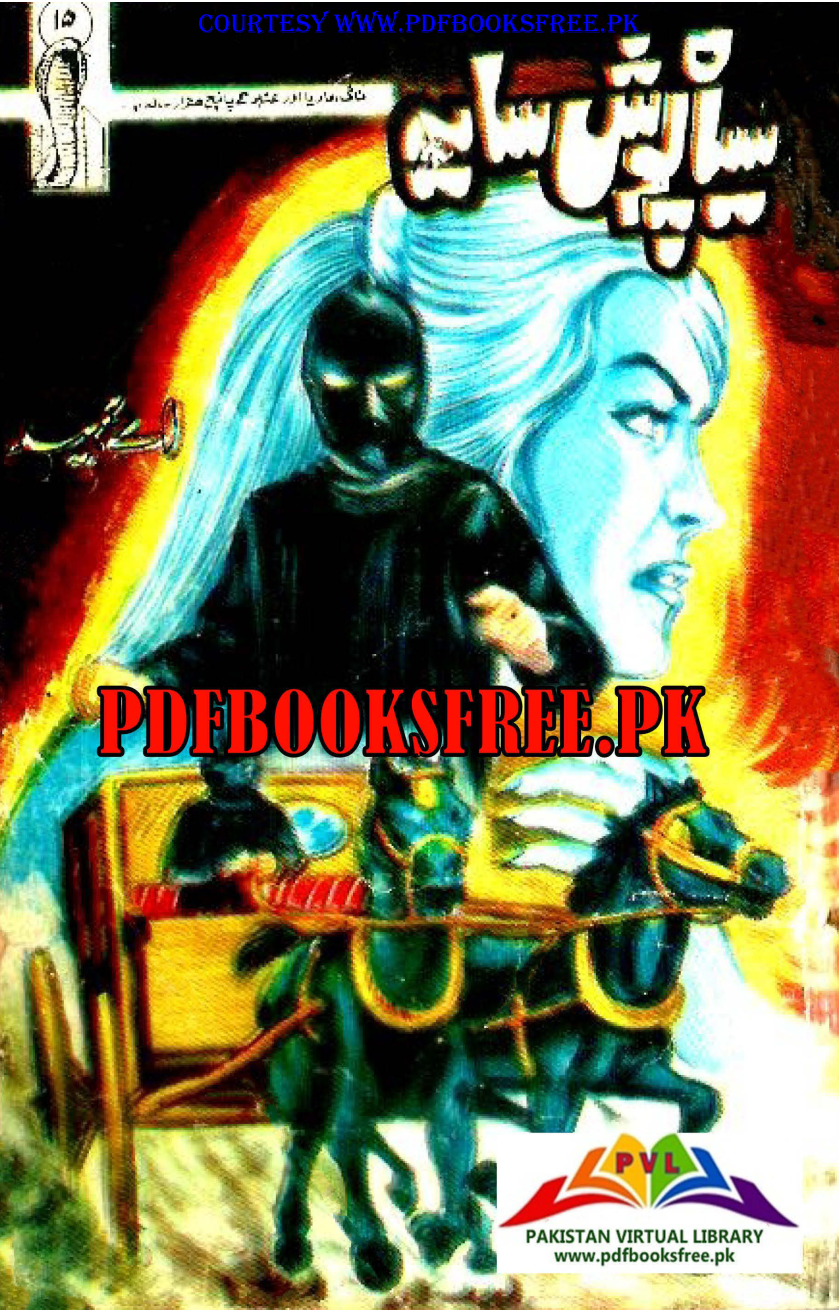

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK
سیاہ پوش سایہ
PDFBOOKSFREE.PK
PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

سیاہ پوش سایہ

اے حمید

قوس پبلی کیشنز

۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور-۸

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

فہرست

- سیاہ پوش سایہ
- بھٹکتی بے چین روح
- خونی مگرمچھ
- گھنگھرو بجاتا سانپ
- مُردے کی پسلی

پانچ روپے

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

بار اوّل ۱۹۸۰ء
ناشر: مبارک انور ۔ قوس پبلی کیشنز ۔ لاہور
طابع: تاج دین پرنٹرز لاہور

پیارے دوستو!

پچھلی قسط نمبر ۱۴ میں آپ نے پڑھا تھا کہ عنبر قبر کے اندر ہے اور معصوم لڑکی سیچیکا کو اٹھا کر وہ قبر سے باہر ماریا کو پکڑانا چاہتا ہے کہ اتنے میں پیچھے سے بھیانک چیخیں مارتی چڑیل سُرنگ میں سے ہوتی قبر کی دیوار کے شگاف کے قریب آجاتی ہے۔ عنبر بے ہوش لڑکی کو اُوپر ماریا کی طرف اُچھالتا ہے۔ ماریا اُسے بازوؤں میں لے کر سنبھال لیتی ہے۔ عنبر بھی اُوپر چھلانگ لگاتا ہے۔ دونوں قبرستان کی پرانی ویران کٹی پھٹی قبروں کے درمیان سے ہو کر بھاگتے چلے جا رہے ہیں۔ چڑیل اُن کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ چڑیل اپنا آخری جادو آزماتی ہے اور ایک منتر پڑھ کر کیا کرتی ہے؟ یہ آپ جلدی سے ورق اُلٹ کر خود پڑھیں۔

اے۔ حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سیاہ پوش سایہ

چڑیل قبر کے شگاف تک آپہنچی تھی۔

عنبر اب بے خوف ہو گیا تھا۔ اس کی طاقت واپس آچکی تھی۔ جادو کا اثر اس پر نہیں ہو سکتا تھا۔ سنچیکا بے ہوش ہو کر قبر میں اس کے قدموں میں پڑی تھی۔ ماریا قبر کے باہر کھڑی تھی۔ اس نے بھی چڑیل کی چیخ سُن لی تھی اور اب اسے قبر کے شگاف میں داخل ہوتے دیکھ رہی تھی۔ ماریا نے اوپر سے آواز دی۔

"عنبر! بچی سنچیکا کو بچاؤ۔ میں چڑیل سے نمٹ لوں گی۔"

اور اس کے ساتھ ہی ماریا نے قبر کے اندر چھلانگ لگا دی۔ وہ چڑیل کے بالکل آگے آکر گری اور اُچھل کر چڑیل کی گردن پر سوار ہو گئی۔ عنبر نے سنچیکا کو کونے میں ڈال دیا اور خود بھی چڑیل سے گتھم گتھا ہو گیا۔ ماریا اس دوران چڑیل کی گردن کے گرد رومال ڈال کر اسے زور سے کس رہی تھی۔ چڑیل کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔ عنبر نے ڈرے بغیر پتھر اٹھا کر چڑیل کے سر پر اس زور سے مارا کر اس کی کھوپڑی سے خون کا فوارہ اُچھل پڑا۔ ماریا چھلانگ لگا کر نیچے آگئی۔ چڑیل کی چیخوں سے قبرستان گونج اٹھا۔ چڑیل قبر میں گری پڑی تھی اور تڑپ رہی تھی۔ آخر تڑپتے تڑپتے وہ ٹھنڈی ہو کر مر گئی۔ جونہی اس کی جان نکلی اس کی جگہ عنبر ماریا کے سامنے ایک مردہ لومڑی پڑی تھی۔ چڑیل مرنے کے بعد اپنے اصلی روپ میں آگئی تھی۔ ماریا نے کہا "یہ کوئی لومڑی تھی عنبر! اس کو کسی جادوگر نے طلسم کر کے چڑیل بنا دیا تھا۔ پرانے مصر میں لومڑیوں پر زبردست جادو ہوا کرتے تھے۔"

"ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔"

"چلو اب سنچیکا کو تو یہاں سے نکالیں۔ کہیں کسی نئی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔" "تم اوپر چلو۔"

ماریا اوپر چلی گئی۔ عنبر نے نیچے سے بے ہوش سنچیکا کو پکڑا دیا۔ پھر عنبر بھی قبر سے باہر آگیا۔ باہر آکر اس نے دیکھا کہ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور ہلکی ہلکی بجلی بھی چمک رہی تھی سردی بہت زیادہ ہو رہی تھی۔ قرطبہ میں انہوں نے پہلے کبھی ایسا موسم نہیں دیکھا تھا بادلوں میں گرج سنائی دی۔

عنبر نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بڑی سرد ڈراؤنی رات ہے۔ جلدی چلو ماریا۔ بارش آگئی تو یہ بچی بھیگ جائے گی۔"

ماریا نے پوچھا۔

"کیا تمہیں اس بچی کے گھر کا پتہ ہے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ہاں۔ تم میرے ساتھ آؤ۔"

وہ قبرستان سے باہر آگئے۔ سنچیکا کو ماریا نے اپنے کاندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ کیونکہ غائب ہونے کی وجہ سے اسے بوجھ بہت کم محسوس ہوتا تھا۔ قبرستان کے پرانے دروازے میں سے گزر کر ماریا نے پوچھا۔ "اب کدھر جانا ہوگا عنبر بھائی؟"
عنبر نے ایک طرف پہاڑی ڈھلان کو دیکھ کر کہا۔

"ہم اس پہاڑی سے نیچے اتر کر قرطبہ شہر سے باہر چلے جائیں گے۔ وہاں اس بچی کی ماں کا گھر ہے جو اس کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہوگی۔"

دونوں پہاڑی کی ڈھلان پر پیدل ہی قرطبہ شہر کی طرف چل پڑے۔ انہیں خبر ہی نہیں لگی تھی کہ جب وہ قبرستان کے پرانے دروازے سے باہر نکلے تھے تو ایک سایہ قبرستان سے نکل کر ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ اس سائے کی نہ ماریا کو خبر تھی اور نہ عنبر کو۔
دونوں باتیں کرتے آہستہ آہستہ چلے جا رہے تھے۔ بادل اب بار بار گرج رہا تھا اور بجلی چمک رہی تھی۔ ماریا نے کہا۔

"میں زیادہ دیر تک اڑ نہیں سکتی۔ نہیں تو تمہیں بھی ساتھ لے کر اڑ جاتی۔ تھوڑی دور اڑ کر نیچے اترنا پڑتا ہے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں۔"

"اس کی ضرورت بھی نہیں ماریا۔ ہم سامنے والی سڑک پر پہنچ گئے تو شہر کو جاتی کوئی گھوڑا گاڑی ضرور مل جائے گی۔" عنبر بولا۔

"مجھے تو امید نہیں ہے۔ سارا علاقہ سنسان ہے یہاں رات کے دو بجے گھوڑا گاڑی کہاں سے آئے گی بھلا؟"

"ماریا! تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے ساتھ کیسی کیسی عجیب باتیں ہوتی ہیں اور دلچسپ واقعات پیش آتے ہیں؟ کچھ پتہ نہیں کہ آسمان سے کوئی فرشتہ ہی گھوڑا گاڑی لے کر ہمارے پاس آجائے۔" عنبر ہنسا۔

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ سنچیکا اس کے کندھے پر بے ہوش پڑی تھی۔ وہ عنبر کے ساتھ ساتھ چلتی اب شہر قرطبہ کو جانے والی بڑی سڑک پر آگئی تھی۔ جو چھوٹے چھوٹے گول پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔ سڑک دور تک سنسان تھی۔ دور نیچے وادی کے پیالے میں قرطبہ کا شہر تھا۔ جہاں کی ایک جگہ بھی چراغ کی روشنی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اسی طرح چلتے چلتے ماریا اور عنبر قرطبہ شہر سے باہر ایک ندی کنارے سنچیکا کی والدہ کے گھر پہنچ گئے۔ وہ سو رہی تھی۔ عنبر نے جا کر اسے جگایا اور سنچیکا اس کے حوالے کر کے کہا۔

"بہن! میں تمہاری بیٹی کو بہت بڑی مصیبت سے چھڑا کر لایا ہوں۔ اب اسے گھر سے دور مت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جانے دینا"۔

سنچیکا کی ماں نے بچی کو سینے سے لگا لیا۔ سنچیکا کو بھی ہوش آچکا تھا۔ وہ ماں سے لپٹ کر دیر تک روتی رہی۔ ماریا ان کے قریب کھڑی خاموشی سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ عنبر جانے لگا تو سنچیکا کی ماں نے کہا۔

"رات طوفانی ہے۔ تم یہیں سو جاؤ بیٹا میں سامنے کوٹھڑی میں بستر لگا دیتی ہوں"۔

وہ تو جنگل میں بھی رات بسر کر سکتے تھے اور پھر انہیں ناگ کی بھی تلاش تھی۔ وہ قرطبہ کے اس پہاڑی کھنڈر پر جانا چاہتے تھے جہاں انہیں سفید سانپ کے ملنے کی امید تھی۔ وہ اس سانپ سے ناگ کا حال معلوم کرنا چاہتے تھے۔ سفید سانپ عموماً قرطبہ کے جنگلوں میں آدھی رات کے بعد ہی نکلتا تھا۔ اس نے سنچیکا کی ماں سے اجازت لی اور مکان سے باہر آگیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی مکان سے باہر آگئی۔ عنبر نے ماریا کی تیز خوشبو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "ماریا! تم میرے ساتھ ہو ناں؟"

"ہاں میں تمہارے ساتھ ہی ہوں۔ کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ کاش کم از کم تم ہی مجھے دیکھ سکتے"۔

عنبر نے کہا۔

"ہاں۔ کم از کم ناگ اور مجھے ضرور تمہیں دیکھنا چاہیے

تھا۔ لیکن خیر کوئی بات نہیں۔ ہم تمہاری خوشبو ضرور محسوس کر لیتے ہیں۔ بس اتنا ہی کافی ہے"۔

عنبر اور ماریا قرطبہ شہر کی گلیوں بازاروں سے گذر رہے تھے۔ رات اندھیری اور سنسان تھی۔ کہیں کہیں کسی گلی کے کونے پر چراغ جل رہا تھا چلتے چلتے وہ شہر سے باہر نکل آئے۔ اب ان کے سامنے ایک پتھریلی سڑک تھی جو سفید سانپ والی پہاڑی کو جاتی تھی۔ عنبر نے کہا۔

"ہم رات ہی رات میں پہاڑی پر پہنچ جائیں گے"۔

"ضرور ——— اگر تم کہو تو میں پہلے وہاں جاکر سفید سانپ کو تلاش کرتی"۔

ماریا کافی لمبی چھلانگ لگا کر راستہ جلدی طے کر سکتی تھی۔ اس خیال سے کہ دن نہ نکل آئے عنبر نے ماریا کو اجازت دے دی کہ وہ تھوڑا تھوڑا اڑ کر پہلے سفید سانپ والی پہاڑی پر پہنچ جائے اور کھنڈر میں سفید سانپ کو تلاش کر کے اس سے ناگ کے بارے میں پوچھے۔

"تم چلو۔ میں تمہارے پیچھے پیچھے آرہا ہوں۔ میں اچھا اب سامنے والی پہاڑی پر ملاقات ہوگی۔ میں کھنڈر کی عقبی دیوار کے پاس تمہیں ملوں گی"۔ کہہ کر ماریا چلی گئی۔

عنبر سڑک کے کنارے کنارے پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔ ماریا کو گئے پندرہ بیس منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ بارش شروع

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہو گئی۔ عنبر نے سوچا۔ اگر اس وقت کوئی سواری کی بگھی مل جاتی تو کتنا اچھا ہوتا۔ ان دونوں کو ابھی تک خبر نہیں ہوئی تھی کہ وہ سایہ جو قبرستان سے نکل کر ان کے پیچھے لگا تھا۔ ابھی تک ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ ماریا تو سائے کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔ عنبر اسے نظر آ رہا تھا۔ اس لئے کچھ فاصلے پر وہ برابر عنبر کا پیچھا کر رہا تھا۔

یہ سایہ ایک لمبے سیاہ لبادے میں ملبوس تھا۔ منہ سر سیاہ چادر میں چھپا ہوا تھا۔ صرف لمبے سیاہ کرتے کی ایک جانب سے ننگی تلوار کا سرا باہر جھانک رہا تھا۔ سایہ سڑک کنارے کی جھاڑیوں کے عقب سے ہو کر تعاقب کر رہا تھا۔ اس سائے کے قدموں کی آواز بھی نہیں تھی۔ یہ ایک بڑا ہی پُراسرار سایہ تھا جو مسلسل عنبر کا پیچھا کر رہا تھا۔

بجلی چمکی اور بادل گرجا۔ بجلی کی چمک میں عنبر نے دیکھا کہ قرطبہ شہر کی وادی سے ایک بند بگھی جس کے آگے چار سیاہ گھوڑے جُتے تھے اس کی طرف سڑک پر اڑی چلی آ رہی تھی عنبر بڑا خوش ہوا کہ چلو کچھ تو بارش سے بچاؤ ہو گا اور کچھ نہیں تو وہ بگھی میں بیٹھ کر قرطبہ کی سفید سانپ والی پہاڑی کے قریب ہی پہنچ جائے گا۔ اندھیرے میں اسے سیاہ بگھی تاریک دھبے کی طرح اپنی طرف بڑھتی دکھائی دے رہی تھی۔ بجلی چمکتی تو اسے بگھی نظر آ جاتی۔ اس کے بعد وہ پھر سیاہ دھبے

میں بدل جاتی۔

عنبر نے ایک بات محسوس کی کہ بگھی کے گھوڑے دُور سڑک پر پوری رفتار سے بھاگے چلے آ رہے تھے مگر فاصلہ بہت کم طے ہو رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے گھوڑے اسی جگہ بگھی کے آگے جُتے دوڑ رہے ہوں۔ عنبر سڑک کی ایک جانب کھڑا بگھی کا انتظار کر رہا تھا مگر وہ ابھی تک وہیں کی وہیں تھی۔

ایک بار جو بجلی چمکی تو عنبر نے بگھی کو ذرا قریب آتے دیکھا اب اُسے سڑک پر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دینے لگی۔ یہ کوئی پراسرار سی بگھی لگتی تھی۔ بہر حال عنبر اپنی جگہ پر کھڑا اس کا انتظار کرتا رہا۔ بگھی کے چاروں سیاہ گھوڑے گردنیں اوپر اٹھائے نتھنوں سے جھاگ اڑاتے اس کے قریب سے گزرے تو اس کے اوپر بیٹھے ہوئے سیاہ پوش آدمی نے باگیں زور سے اپنی طرف کھینچ کر باگیں روک لیں۔

بگھی عنبر کے پاس آ کر رک گئی۔ اس کا دروازہ بند تھا۔ اور کھڑکیوں پر سیاہ پردے پڑے تھے جو گرتی بارش میں بھیگ رہے تھے۔ بگھی کے اوپر بیٹھا ہوا آدمی خاموش تھا۔ عنبر کو نہیں معلوم تھا۔ یہ وہی پراسرار سایہ تھا جو قرطبہ کے پرانے قبرستان سے اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ اور اب پراسرار بند بگھی لے کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔ عنبر نے عربی اور ہسپانوی زبان میں اُسے کہا کہ کیا وہ سامنے والی پہاڑی تک اُسے لے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جائے گا؟

بگھی کا پراسرار سیاہ پوش کوچوان منہ سے کچھ نہ بولا۔ ہاتھ سے اُس نے عنبر کو بگھی کے اندر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ عنبر نے اس آدمی میں ایک عجیب بات دیکھی کہ بارش اس کے آس پاس ہو رہی تھی۔ اس کے اوپر بارش کا ایک بھی قطرہ نہیں گر رہا تھا۔ عنبر نے خیال کیا شاید یہ اس کا وہم ہو۔ کیونکہ رات بڑی اندھیری تھی۔ صرف بجلی چمکتی تو اسے کوچوان کا ہیولا سا دکھائی دیتا تھا۔

بگھی کا دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ جیسے کسی نے اندر سے عنبر کے لئے کھولا ہو۔ عنبر نے بگھی میں داخل ہوتے ہی کہا۔ "شکریہ"۔ اس کا خیال تھا کہ جس نے اس کے لئے بگھی کا دروازہ کھولا ہے وہ ضرور اندر ہی بیٹھا ہوگا۔ مگر اندر کوئی نہیں تھا۔ بگھی خالی تھی۔ اس کے اندر جاتے ہی بگھی کا دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا اور گھوڑوں نے پتھریلی سڑک پر سرپٹ دوڑنا شروع کر دیا۔ عنبر نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر باہر دیکھا۔ چاروں سیاہ گھوڑے ہوا سے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی ٹاپوں کی آواز سے پتھریلی سڑک گونج رہی تھی۔

عنبر بڑا حیران ہوا کہ بگھی کو اتنی تیز بھاگنے کی کیا ضرورت ہے اس نے منہ باہر نکال کر کوچوان کو آواز دی کہ اُسے صرف

سامنے والی پہاڑی کے دامن تک جانا ہے۔ مگر اس کی آواز گھوڑوں کے سموں کے شور میں دب کر رہ گئی۔

بگھی پہاڑی کے قریب سے ہو کر تیزی کے ساتھ آگے نکل گئی۔

عنبر کو اسی جگہ اُترنا تھا۔ اس نے بگھی کی دیوار پر زور زور سے ہاتھ مارنا شروع کیا تاکہ کوچوان اُسے روک لے مگر بگھی اسی طرح برابر دوڑے جا رہی تھی۔ پھر سڑک ختم ہو گئی اور گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آنا بند ہو گئی۔ عنبر نے سوچا کہ بگھی کھیتوں میں داخل ہو گئی ہو گی۔ اسے اب ہچکولے بھی نہیں لگ رہے تھے یہ کیا بات تھی؟ بگھی اگر کھیتوں میں دوڑ رہی ہوتی تو اُسے زیادہ ہچکولے لگنے چاہیے تھے۔ اس نے سیاہ پردہ ہٹا کر باہر بارش میں دیکھا۔ باہر پہلے تو اسے کچھ نظر نہ آیا۔ پھر جو غور سے نیچے دیکھا تو بگھی کے نیچے نہ سڑک تھی اور نہ کھیت۔ بگھی ہوا میں اڑ رہی تھی۔

عنبر تڑپ کر اٹھا اور اس نے چھوٹی کھڑکی میں سے اوپر کوچوان والی اونچی سیٹ کو دیکھا۔ کوچوان بھی غائب تھا۔

عنبر بڑا پریشان ہوا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ آخر وہ سیاہ پوش انسان کون تھا جو اس بگھی کو چلا رہا تھا اور اب کہاں غائب ہو گیا تھا؟ یہ بگھی ہوا میں اڑتی کہاں جا رہی تھی؟ کیا یہ جادو کی بگھی تھی؟ عنبر کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اُسے اپنی جان کا خطرہ بھی نہیں محسوس ہو رہا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بس وہ تو صرف ماریا کے بارے میں پریشان تھا کہ سفید سانپ والی پہاڑی پر اس کا انتظار کر رہی ہو گی اس نے سوچا کہ کھڑکی میں سے نیچے فضا میں چھلانگ لگا دے ۔ وہ کہاں کوئی مر جائے گا۔ اُسے تو ذرا بھی چوٹ نہیں لگے گی۔ جہنم میں جائے یہ جادو کی بگھی

عنبر نے کھڑکی کا پردہ پیچھے کیا اور باہر چھلانگ لگائی تو وہ یوں ٹکرا کر پیچھے بگھی کے اندر گرا جیسے کھڑکی میں بڑے ہی مضبوط شیشے کی موٹی دیوار بنی ہوئی ہو۔ اب تو وہ سچ مچ پریشان ہوا کہ یہ کس جادوگری میں پھنس گیا۔ اس نے دوسری کھڑکی میں سے چھلانگ لگانی چاہی تو وہاں بھی یہی حال ہوا۔ شیشے کی موٹی دیوار سے ٹکرا کر واپس گر پڑا۔

عنبر نے پوری طاقت سے کھڑکی کی دیوار میں ہاتھ مارا۔ اس کا خیال تھا کہ شیشہ چکنا چور ہو جائے گا۔ لیکن وہاں کوئی اثر نہ ہوا عنبر کے سامنے تو بڑی سے بڑی دیوار ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی تھی۔ سمجھ گیا کہ وہ طلسم کا اسیر ہو چکا ہے اور اب قسمت سے ہی وہاں سے نکل سکے گا۔ وہ عاجز ہو کر بگھی میں خاموشی سے بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ یہ بگھی اُسے ہوا میں اُڑا کر کہاں لئے جا رہی ہے — بادلوں کے نیچے اڑتے اڑتے آخر پُراسرار جادو کی بگھی نے نیچے جھک کر زمین کی طرف اترنا شروع کر دیا۔ عنبر نے غیبی

شیشے کی دیوار میں سے باہر دیکھا۔ نیچے ایک پہاڑی کے اوپر قلعے کا چھوٹا سا ماڈل اندھیرے میں اوپر کی طرف آ رہا تھا۔ جوں جوں بگھی نیچے جا رہی تھی یہ قلعہ بڑا ہوتا جا رہا تھا اور اندھیرے سے باہر نکل رہا تھا۔ جوں جوں بگھی قلعے کے اوپر آ رہی تھی۔ اُس کی رفتار میں کمی ہوتی جا رہی تھی۔ اور پھر بگھی روئی کے گالے یا کسی چڑیا کے پَر کی طرح آہستہ آہستہ قلعے کے اوپر آکر نیچے اترنے لگی۔ عنبر کا خیال تھا کہ وہ قلعے کی یا محل کی چھت پر پہنچ کر رُک جائے گی۔ مگر وہ چھت پر اترنے کی بجائے قلعے کے اندر شاہی محل کے ویران اجڑے ہوئے باغ میں اتری اور اترتے ہی اس نے ایک بار پھر اونچے اونچے سرو اور صنوبر کے درختوں کے نیچے سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔

پختہ اینٹوں والی قدیم چھوٹی سی سڑک پر گھوڑوں کے سم شور مچاتے چنگاریاں چھوڑتے درختوں میں سے گزر رہے تھے۔ عنبر نے یہاں بھی کھڑکی میں سے باہر کودنا چاہا مگر شیشے کی دیوار نے اس کا راستہ روک لیا۔ یہ پہلی دیوار تھی جس کو عنبر توڑ نہیں سکتا تھا۔ یہ کوئی زبردست طلسمی دیوار تھی۔ عنبر باہر دیکھنے لگا۔ درخت پیچھے بھاگے جا رہے تھے۔ یہ سپین کے قدیم حکمران کسی مسلمان بادشاہ کا بہت ہی پرانا قلعہ تھا۔ جس کے اندر اس کا قدیم دو منزلہ محل بھی تھا۔ اتنے بڑے محل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور قلعے میں کہیں مٹی کا ننھا سا دیا بھی نہیں روشن تھا۔ ہر طرف بارش، بادل اور اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ عنبر ایک عجیب مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ سامنے پرانے محل کا بہت بڑا اونچا محرابی دروازہ آ گیا جو بند تھا۔ بگھی کی آواز سنتے ہی دروازہ اپنے آپ کھُل گیا اور بگھی کے گھوڑے سرپٹ دوڑتے اس کے اندر داخل ہو گئے۔

محل کی ڈیوڑھی میں گھوڑوں کے ٹاپوں کا زبردست شور اٹھا۔ ڈیوڑھی سے گزر کر پھر ایک باغ آ گیا جس میں سوائے اندھیرے کے اور کچھ نہیں تھا۔ گھوڑوں نے پتھریلی روش کا ایک گول چکّر لگایا اور ایک اونچے اونچے سرخ ستونوں والے دالان کے آگے سیڑھیوں کے پاس جا کر رُک گئے۔ عنبر کھڑکی میں سے باہر دیکھنے لگا تو دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ جیسے کسی نے اُسے باہر نکلنے کا اشارہ کیا ہو۔

وہ بگھی سے باہر آیا۔ بارش اب بہت ہلکی ہو رہی تھی اور بادل بھی نہیں گرج رہے تھے۔ بجلی بھی چمکنا بند ہو گئی تھی بارش کے زبردست طوفان کے بعد ایک سکون سا آ گیا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ واپس جانا چاہیے۔ ماریا اس کی راہ دیکھ رہی ہو گی پھر اُس نے سوچا کہ اب وہاں آیا ہے تو اس پُراسرار بگھی کا راز معلوم کر کے ہی واپس جائے۔ ماریا سفید سانپ والی پہاڑی سے واپس آ کر سنچیکا کے گھر رُک جائے گی۔

عنبر محل کی سیڑھیاں چڑھ کر دالان میں آ گیا۔ چاروں طرف اونچے درختوں کی قطاریں تھیں۔ بیچ میں سنگ مرمر کا پیالے کی طرز کا فوارہ بنا تھا۔ اندھیرے میں اس کا سفید خاکہ دھندلا دھندلا نظر آ رہا تھا۔ کونے میں ایک چوڑا اور چوکور بُرج تھا۔ وہاں عنبر کو جلتے چراغ کی روشنی نظر آئی۔ وہ اس طرف لپکا کہ دیکھے یہاں اس اندھیری رات میں کس نے دیا روشن کر رکھا ہے؟

چوکور بُرج کے ایک طاق میں بلّی کا سبز مجسمہ بنا ہوا تھا جس کے سر پر دیا روشن تھا۔ یہ دیا کس نے روشن کیا ہے؟ عنبر نے سوچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ چوکور بُرج کے کونے میں اندر کو سیڑھیاں اتر رہی ہیں اور سیڑھیوں میں بھی روشنی ہو رہی ہے۔ اگرچہ یہ روشنی دھیمی دھیمی تھی اور کپکپا رہی تھی۔ عنبر سیڑھیاں اترنے لگا۔ زینہ چکر دار تھا۔ آخری چکّر کی سیڑھی کی دونوں طرف پتھر کے دو شیر منہ پھاڑے کھڑے تھے۔ عنبر ان کے قریب سے گزرا تو اسے ان کی ہلکی ہلکی رونگٹے کھڑے کر دینے والی غراہٹ سنائی دی۔ پلٹ کر دیکھا تو مجسمے ویسے ہی کھڑے تھے۔

عنبر ایک پختہ کھلے تہ خانے میں پہنچ گیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ سونے کا بنا ہوا ایک مور پنکھ پھیلائے کھڑا ہے جس کے سر کے اوپر موم بتی روشن ہے۔ اس کی روشنی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تہ خانے کی ہر شے کو روشن کر رہی ہے۔ دیواروں پر عربی زبان میں عبارتیں لکھی ہیں اور ستاروں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔ تہ خانے کے بیچ میں لوہے کے سات صندوق پڑے ہیں جن کے تالوں پر مہریں لگی ہوئی ہیں۔ صندوقوں کی دونوں طرف زرہ بکتر والے سپاہیوں کے سونے کے بت کھڑے پہرہ دے رہے ہیں۔ ان صندوقوں کے آگے سات مٹکے رکھے ہیں جو سونے چاندی کے سکوں اور بے شمار رنگ برنگے ہیرے جواہرات سے بھرے ہوئے ہیں۔ عنبر نے اُن میں ہاتھ ڈالا تو وہ کہنیوں تک سونے کے سکوں اور جواہرات میں ڈوب گیا۔ اس کے ساتھ ہی جیسے زلزلہ آگیا اور تہ خانے کا فرش ہلنے لگا۔ عنبر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

بھٹکتی بے چین رُوح

پھر زلزلہ رُک گیا۔

اور تہ خانے کی سامنے والی دیوار سے ایک سیاہ پوش سایہ اُبھرا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر سات صندوقوں کے پاس آکر رک گیا۔ عنبر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ موم بتی کی روشنی میں سائے کا چہرہ بالکل دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر نقاب پڑا تھا۔ لبادے کے کونے میں سے سفید تلوار کی نوک باہر نکلی ہوئی تھی۔ سایہ سیاہ کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا۔ عنبر نے ہمت کر کے پوچھا۔

"کیا تم وہی تو نہیں ہو جو مجھے اپنی بگھی میں بٹھا کر یہاں تک لایا ہے؟"

سیاہ پوش سائے نے کوئی جواب نہ دیا۔ عنبر نے دوسری بار اپنا سوال دہرایا تو سائے کو جنبش ہوئی۔ اس کے آہستہ آہستہ سانس لینے کی آواز سنائی دی اور پھر سائے نے صندوقوں کے گرد سات بار چکر لگایا۔ ساتویں چکر پر وہ کھڑا ہو گیا اور بولا۔ اس کی آواز ہوا کی سرسراہٹ سے ملتی جلتی تھی جیسے ہوا جھاڑیوں میں سے سیٹیاں بجاتی گذر رہی ہو۔ "عنبر! میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہی سایہ ہوں جس نے تمہیں مچھلی پر بٹھایا تھا"۔
عنبر نے کہا۔ "تم میرا نام جانتے ہو کیا؟"
"ہاں۔ میں تمہیں شروع سے آخر تک جانتا ہوں"۔
"تم مجھے یہاں کس لئے لائے ہو؟"
سائے نے کہا۔
"سنو! یہ جگہ ایک زبردست طلسم میں قید ہے۔ میں تمہیں ایک ایسے کام کے لئے یہاں لایا ہوں جسے سوائے تمہارے اور کوئی نہیں کر سکتا"۔
عنبر نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟ کیا تم روح ہو؟"
سائے نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا۔
"میرا نام ابی الماس ہے۔ میں ہسپانیہ کے مسلمان بادشاہوں کی ساتویں پشت کا شہزادہ تھا اور اس قلعے کے محل میں رہتا تھا۔ جب سپین میں مسلمانوں کی سلطنت کو زوال آیا اور ہسپانیوں نے اس پر قبضہ کر لیا تو میں نے اپنے اکلوتے بیٹے شہزادے زرتاش کو جو ابھی دس گیارہ سال کا تھا اپنے وفادار حبشی غلام کے سپرد کر کے انہیں قلعے کے خفیہ دروازے سے باہر نکلوا دیا۔ میں اپنی ملکہ کے ساتھ فرار ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ دشمن قلعے کے اندر آن پہنچا۔ میں اور میری ملکہ گرفتار ہو

گئے۔ اس سے پہلے میں نے محل کے خزانے کو اس تہہ خانے میں صندوقوں میں بند کروا کر رکھ دیا تھا اور اس کے باہر طلسم سے دروازے اور دیواروں کو جکڑ دیا تھا۔ یہ ایسا زبردست طلسم تھا کہ جو کوئی ادھر آتا موت کا شکار ہو جاتا تھا۔ دشمن نے میری ملکہ کو میری آنکھوں کے سامنے پھانسی پر لٹکا کر لاش دریا میں بہا دی۔ مجھے جلاد قلعے کی فصیل پر لے گئے۔ مجھے میرے خفیہ جاسوس نے آکر یہ اطلاع دے دی تھی کہ میرا اکلوتا شہزادہ زرتاش دشمن کی پہنچ سے باہر نکل چکا تھا۔ اب میں مرنے کے لئے تیار تھا۔ جلاد کے ہاتھ میں کلہاڑا تھا۔ اس نے مجھے پتھر پر جھکنے کو کہا۔ جونہی میں جھکا کلہاڑے کا ایک بھرپور وار میری گردن پر پڑا۔ ایک پل کے لئے میری آنکھوں میں بجلی سی کوندی اور پھر گہرا —— گہرا اندھیرا چھا گیا مجھے یوں لگا جیسے میں اپنے مردہ جسم سے الگ ہو کر کھڑا ہوں اور جلاد کو اپنا سر نیزے پر چڑھا کر بادشاہ کے سامنے پیش کرتے دیکھ رہا ہوں میں نے دیکھا کر دشمن کے سپاہیوں نے میری لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پھر انہیں دریا میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھینک دیا۔ تب سے لے کر آج تک اس حادثے
کو تین سو سال گزر گئے ہیں۔ میری روح اسی محل میں
بھٹک رہی ہے۔ عیسائی بادشاہت بھی ختم ہو گئی۔
یہ محل ویران ہو گیا۔ کئی لیٹروں نے محل کے نیچے
تہہ خانے سے خزانے کو چرانے کی کوشش کی اور
مارے گئے۔ طلسم انہیں اس چوکور برج میں ہی جلا
کر راکھ کر دیتا تھا

"اس خزانے کا طلسم میرے دربار کے ایک
جادوگر نے بنایا تھا اور مجھے کہہ دیا تھا کہ ایک
بار طلسم بندھ جانے کے بعد اس تہہ خانے میں میرے
خاندان کا بھی کوئی شخص داخل نہ ہو سکے گا۔ ہاں
اس طلسم کو صرف وہی شخص توڑ سکے گا جو پانچ
ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا ہو اور چونکہ ایسا آدمی
ملنا ناممکن ہے اس لئے یہ خزانہ مٹی کے ساتھ مٹی
ہو جائے گا۔ لیکن ایک روز اچانک میرے اسی
محل میں میرے درباری جادوگر کی روح مجھ سے
ملنے آئی اور اس نے مجھے بتایا کہ عنبر نام کا ایک
مصری نوجوان پانچ ہزار سال سے زندہ ہے اور
قرطبہ میں آیا ہوا ہے۔ بس میں تمہاری تلاش میں
نکل کھڑا ہوا اور آخر تمہیں پا لیا۔"

عنبر نے پوچھا۔

"اے مقدس روح! تمہیں تین سو سال کے بعد اب
اپنے خزانے کی اچانک کیا ضرورت پڑ گئی ہے جو
تم مجھے یہاں اٹھا لائے ہو؟"

بادشاہ ابی الماس کی روح نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

"عنبر! میرا جو بیٹا زرتاش غلام کی حفاظت میں
محل سے فرار ہوا تھا وہ سپین سے بھاگ کر
سوڈان میں جا کر آباد ہو گیا۔ اس کا خاندان سوڈان
میں پھیلا پھولا۔ پھر دو سو سال کے بعد میرے
بیٹے کے خاندان پر بھی گناہ گاریوں کی وجہ سے
زوال آ گیا اور اب میرے پیارے بیٹے زرتاش
شہزادے کے خاندان کی آخری نشانی ایک نوجوان
زرگال رہ گیا ہے جو یہاں سے دور نئی دنیا
کے ایک علاقے میں اپاچی قبیلے کے ریڈ انڈین
لوگوں کی قید میں غلاموں کی زندگی بسر کر رہا
ہے۔ یہ بے بہا خزانہ اس کی ملکیت ہے۔ اب
اس خزانے کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔ میں چاہتا
ہوں کہ اس خزانے کی چابی تم اسے جا کر
دے دو تاکہ وہ اس کی مدد سے آرام کی
زندگی بسر کرے اور ایک بار پھر میرے خاندان

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا نام روشن کرے۔

عنبر نے کہا۔" ابی الماس! میں انشاء اللہ موقع ملتے ہی تمہارے خاندان کی آخری نشانی زرگال کی ضرور مدد کو جاؤں گا۔"

ابی الماس کی روح نے بے چینی سے کہا۔

"یہ نہ کہو عنبر! سینکڑوں برسوں تک بھٹکتے پھرنے کے بعد مجھے تم ملے ہو۔ اگر تم جلدی وہاں نہ پہنچے تو لوگ اس خزانے کو لوٹ کر لے جائیں گے۔ کیونکہ تمہارے آنے سے اس خزانے کے تہہ خانے کا طلسم ٹوٹ چکا ہے اور اُدھر نئی دنیا میں میرے بچے زرگال کی حالت بھی نازک ہے۔ اپاچی ریڈ انڈین کے لئے پہاڑ کاٹتے کاٹتے اس کا بدن لاغر ہو گیا ہے۔ وہ کوئی دن کا مہمان ہے۔ اگر وہ مر گیا تو میری روح کو حشر تک چین نصیب نہ ہو سکے گا۔"

عنبر نے کہا۔ " تم خود کیوں نہیں وہاں چلے جاتے؟"

روح نے کہا۔

"ہم روحیں دنیا میں مجبور ہوتی ہیں۔ ہم یہاں نہ کسی کو کچھ دے سکتی ہیں نہ کسی سے کچھ لے سکتی ہیں تم ایک خاص قسم کے انسان ہو اس

لئے میں تم سے بات کر رہی ہوں۔ اگر میں اپنے بدنصیب بچے کی خود مدد کر سکتی تو تمہارا یہاں انتظار نہ کرتی۔ ابھی نئی دنیا کو روانہ ہو جاؤ۔ یہ لو خزانے کی چابی۔"

ابی الماس کی روح نے سونے کی ایک چابی عنبر کے سامنے پھینک دی۔ عنبر نے چابی اٹھا کر کہا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں ابی الماس کہ تمہارے بچے کی مدد ضرور کروں گا۔ مگر ابھی مجھے ماریا کے پاس واپس جانا ہے۔ وہ میرے لئے بہت پریشان ہو گی۔" ابی الماس کی روح نے بے تابی سے کہا۔

" تم اس کی فکر نہ کرو۔ اُسے میں تمہارے بارے میں خبر کر دوں گا کہ تم امریکہ یعنی نئی دنیا گئے ہوئے ہو!"

" نہیں نہیں۔ میں ابھی نہیں جا سکتا۔ میں ماریا کو یہاں چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

عنبر ابھی یہ الفاظ کہہ ہی رہا تھا کہ ابی الماس کی سیاہ پوش روح نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھا کر عنبر کے سر پر رکھ دیا۔ ہاتھ کے رکھتے ہی عنبر کو ایک زبردست چکر آیا اور پھر اُسے کچھ ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے وہ بے ہوش ہو کر غائب ہو چکا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جب اُسے ہوش آیا اپنے آپ کو دیکھا تو اپنا لباس بھی تبدیل ہوا پایا۔ اب وہ میلی سی بھوری پتلون اور اسی رنگ کی جیکٹ پہنے ہوئے تھے۔ پاؤں میں امریکی کاؤبوائے ٹاپ کے نوکدار بوٹ تھے۔ اس نے اٹھ کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ ابی الماس کے خزانے کی چابی جیب میں تھی۔

اُسے بڑا غصہ آیا کہ ابی الماس کی روح نے اسے ماریا سے دُور اس نئی دنیا میں لا پھینکا ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ آخر ایک بے چین باپ کی روح ہے اور پھر اس کے پیارے جلاوطن بیٹے کی آخری اولاد یعنی نوجوان زرگال موت کے کنارے کھڑا ہے۔ اس کی مدد کرنی چاہیے۔ اور پھر ابی الماس کی روح نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ماریا کو بھی اس کے پاس نئی دنیا یعنی امریکہ میں پہنچا دے گا۔ عنبر سمجھ گیا تھا کہ وہ امریکہ میں پہنچا دیا گیا ہے۔ اب اس نے ابی الماس کے جلاوطن مصیبت زدہ شاہی خاندان کے آخری چشم و چراغ زرگال کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا اور دریا کنارے گھاس پر سے اٹھ کر ارد گرد نگاہ ڈالی۔

یہ ایک سرسبز و شاداب وادی تھی۔ دریا پہاڑوں میں خم کھا کر آگے کو نکل گیا تھا۔ وادی میں دُور ہرے بھرے کھیتوں میں ایک ڈھلانی چھت والا کاٹیج بنا ہوا تھا۔

عنبر دور نظر آنے والے کاٹیج کی طرف چل پڑا۔ اس کے

اندازے کے مطابق تیسرا پہر ہو رہا تھا۔ سورج مغربی پہاڑوں کی طرف سمٹ رہا تھا۔ یہاں ہر کوئی بچہ بوڑھا مرد عورت انگریزی زبان میں بات کرتا تھا اور عنبر دنیا کی ہر زبان میں بات کر سکتا تھا اور سمجھ سکتا تھا۔ یہ کاٹیج کسی امریکی کسان کا تھا۔ اس وقت امریکہ میں یورپ کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لوگ آباد تھے۔ عنبر اس وقت شکل و صورت سے ایک ایسا مصری لڑکا لگتا تھا۔ جو روزی کی تلاش میں نئی دنیا میں آ گیا ہو اور اب بیکاری کی وجہ سے تنگدستی کی زندگی بسر کر رہا ہو۔ عنبر نے سوچ بھی یہی رکھا تھا کہ جو کوئی اس کے بارے میں پوچھے گا وہ اُسے یہی کہے گا۔

کاٹیج کے باہر ایک باڑے میں گائے بندھی تھی۔ ایک عورت گائے کا دودھ دھو رہی تھی۔ کاٹیج کے صحن میں مرغیاں دانہ چن رہی تھیں۔ کاٹیج کے عقب سے لکڑیاں کاٹنے کی آواز آ رہی تھی۔ عنبر ان لوگوں سے صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اپاچی قبیلہ جس جنگل میں رہتا ہے وہ کہاں پر ہے۔ ایک کتا عنبر کو دیکھ کر بھونکنے لگا۔ دودھ دھوتی عورت نے گردن گھما کر عنبر کو دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے اپنے خاوند کو آواز دی "جونی! ایک غنڈہ آ رہا ہے"

اس زمانے میں دور دور وادیوں میں رہنے والے کسان بڑی خطرناک زندگی بسر کرتے تھے۔ غنڈے لٹیرے دن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دہاڑے آکر حملہ کر دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کسانوں کو چوکس رہنا پڑتا تھا۔ ہر گھر میں بندوق ضرور تھی۔ عورت کی آواز سن کر کاٹیج کے پیچھے سے ایک امریکی آدمی جس نے چمڑے کی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ بھاگتا ہوا کلہاڑی پکڑے نکل آیا۔ پھر اس نے اپنی پیٹی سے پستول نکال کر عنبر کی طرف تان دیا۔ "اپنے ہاتھ اوپر کر لو۔ نہیں تو گولی مار دوں گا"۔ عنبر نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ اپنے دونوں ہاتھ کھڑے کر لئے۔ امریکی کسان آہستہ آہستہ چلتے عنبر کے پاس آیا۔ پستول کا رخ عنبر کے سر کی طرف تھا۔ پاس آکر اس نے عنبر کی تلاشی لی۔ جب اُسے یقین ہو گیا۔ کہ اس کے پاس کوئی پستول وغیرہ نہیں ہے تو اس نے تیز لہجے میں پوچھ لیا۔

"تم کون ہو۔ یہاں کیا لینے آئے ہو؟"

عنبر نے بڑے اخلاق کے ساتھ کہا۔

"میں ایک مصری نوجوان ہوں۔ پیچھے میرا کوئی نہیں ہے۔ ایک سمندری جہاز میں بیٹھ کر نئی دنیا میں قسمت آزمانے آیا تھا۔ اب کئی روز سے اس علاقے میں بیکار پھر رہا ہوں۔ کیا آپ مجھے کوئی کام دلا سکتے ہیں؟"

امریکی کسان جونی کچھ دیر بڑی تیز اور گہری نظروں سے عنبر کو دیکھتا رہا۔ پھر پستول پیٹی میں ڈال کر سگار چباتے

ہوئے بولا۔ "تمہارا نام کیا ہے"

"عنبر"

"ہوں —— لکڑیاں کاٹنا، گائیوں کے لئے چارہ بنانا بس میرے پاس تو یہی کام ہے۔ اس کے عوض تمہیں صبح شام کھانا اور پہننے کو پرانی پتلون قمیض مل جایا کرے گی"

"مجھے منظور ہے" عنبر نے کہا۔

"تو پھر یہ لو کلہاڑا اور پیچھے جا کر لکڑیاں کاٹو"

عنبر کلہاڑا لے کر مکان کے عقب میں جا کر لکڑیاں کاٹنے لگا۔ عنبر کو وہاں کام کرتے دو روز ہو گئے تھے۔ ابھی تک اس نے اپاچی قبیلے کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ امریکی کسان کو خواہ مخواہ شک پڑے کہ عنبر کا تعلق خونخوار اپاچی قبیلے سے تو نہیں ہے۔

تیسرے دن شام سے ذرا پہلے عنبر مکان سے ذرا دور کھیت میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا کہ دو گھوڑ سوار غنڈے پستولیں تانے مکان کے صحن میں دندناتے ہوئے جا گھسے اور ایک نے جونی کسان کی گردن پر پستول رکھ کر کہا۔

"ذرا حرکت کی تو گولی مار دوں گا"

اور دوسرے نے گھر کے اندر گھس کر صندوقچی میں سے سارے نقد ڈالر جیب میں ڈالے اور باہر نکل کر جونی کی بیوی سے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔"

جونی کسان موت کے خوف سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ عنبر نے یہ تماشہ دیکھا تو بھاگ کر مکان کے صحن میں آگیا۔ ایک غنڈے نے عنبر کی طرف پستول تان کر کہا۔ "ابے کالے! خبردار جو آگے بڑھے نہیں تو گولی چلا کر کھوپڑی اڑا دوں گا۔"

عنبر کو بھلا کیا خوف ہو سکتا تھا۔ جس غنڈے نے جونی کسان کی گردن پر پستول رکھی ہوئی تھی۔ عنبر اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "حرامی سور کتے کے بچے۔"

عنبر نے چھ سات گالیاں دیں تو غنڈے کا خون کھول اٹھا۔ اس نے عنبر کو گولی مارنے کے لئے جونہی کسان جونی کی گردن سے پستول ہٹایا۔ عنبر نے جونی کسان کو پرے دھکا دے دیا اور خود غنڈے کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ غنڈے اوپر تلے دو گولیاں عنبر کے سینے پر داغ دیں۔ دونوں گولیاں عنبر کی چھاتی سے لگ کر نیچے گر پڑیں۔ عنبر نے آگے بڑھ کر غنڈے کے پستول والے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اس کا ہاتھ کلائی کے قریب سے تین جگہوں پر ٹوٹ گیا اور پستول بھی گر پڑا۔ غنڈہ چیخ مار کر اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا۔ دوسرے غنڈے نے عنبر پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ عنبر نے چیخ کر جونی کسان اور اس کی بیوی کو مکان کے اندر بھاگ جانے کو کہا اور پہلے غنڈے کا پستول اٹھا کر اسے گھوڑے

پر سوار ہوتے ہوئے فائر کر کے ہلاک کر دیا۔ دوسرا غنڈہ بھاگنے لگا تو اسے امریکی کسان نے کھڑکی میں سے بندوق کا فائر کر کے ہلاک کر دیا۔ دونوں غنڈوں کی لاشیں صحن میں پڑی تھیں۔

کسان اور اس کی بیوی آنکھیں پھاڑے عنبر کو تک رہے تھے۔ عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "خدا کا شکر ہے ان کے نشانے خطا گئے اور مجھے ایک بھی گولی نہیں لگی۔"

"مگر دو گولیاں تو میری آنکھوں کے سامنے تمہارے سینے پر لگی تھیں۔ پھر تم زندہ کس طرح ہو تم ——— تم کون ہو؟" امریکی کسان بولا۔

"میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ اگر گولیاں مجھے لگتیں تو میں زندہ رہ سکتا تھا کیا؟ مجھے تو ایک بھی گولی نہیں لگی۔ بے شک دیکھ لو۔" عنبر ہنس کر بولا۔

جونی کی بیوی نے بھی ایک گولی پیچھے سے عنبر کے سر پر لگی اور پھر اُچٹ کر نیچے گرتی دیکھی تھی۔ اس نے کہا "عنبر! ایک گولی میرے سامنے تمہارے سر پر لگی تھی۔"

عنبر ذرا تلخ ہو کر بولا۔

"تو کیا آپ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ میں مرجاتا آپ مجھے زندہ دیکھ کر خوش نہیں ہیں؟"

امریکی کسان نے کہا۔

"ایسی بات نہیں ہے عنبر! ہم تمہارے شکر گذار

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہیں کہ تمہاری وجہ سے ہم دونوں کی عزت اور جان بچ گئی۔ لیکن میں اس بات پر حیران ہوں کہ گولیوں نے تم پر کیوں اثر نہیں کیا؟"

"ان باتوں کو بھول جائیں۔ میرے پاس کوئی ایسا جادو نہیں ہے کہ جس سے گولی اثر نہ کرے۔ بس ان غنڈوں کا نشانہ چُوک گیا تھا۔ مجھے کوئی گولی نہیں لگی۔"

امریکی کسان اور اس کی بیوی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اگلے دن باتوں ہی باتوں میں عنبر نے امریکی کسان سے اپاچی قبیلے کے ٹھکانے کا پتہ کر لیا اور اسی روز رات کے اندھیرے میں وہاں سے غائب ہو گیا۔

آدھی رات تک وہ پہاڑوں کے درمیان وادی میں اکیلا سفر کرتا رہا۔ پچھلے پہر کے قریب وہ پہاڑ کے اوپر جا کر لیٹ گیا اور اُسے نیند آ گئی۔ صبح کو آنکھ کھلی تو پہاڑی سے نیچے اتر آیا۔ عنبر دوپہر تک میدان میں سفر کرنے کے بعد ایک چھوٹے سے امریکی گاؤں میں پہنچ گیا۔ یہ گاؤں سو ڈیڑھ سو مکانوں پر مشتمل تھا۔ یہاں کی سڑکیں کچی تھیں۔ ایک ہوٹل تھا جہاں لوگ کھانا کھاتے اور کافی پیتے تھے۔ ایک حجام کی دکان تھی۔ ایک چھوٹا سا بینک تھا اور ایک دھوبی کی اور قصاب سبزی

والوں کی دو دکانیں تھیں۔ بچوں کا ایک چھوٹا سا سکول بھی تھا۔ جونی نے عنبر کو بتایا تھا کہ اس گاؤں سے اُسے گھوڑا گاڑی یعنی کا وچ گاڑی ٹیکساس شہر کو لے جائے گی جہاں سے پچاس میل اندر پہاڑیوں کے درمیان اپاچی قبیلے کے ریڈ انڈین لوگ آباد ہیں۔

عنبر کے پاس ابھی الماس کی دی ہوئی خزانے کی چابی تھی جسے اس نے اپنی کمر کے گرد کپڑے میں لپیٹ کر باندھ رکھا تھا اس کے علاوہ پندرہ ڈالر تھے جو اس نے جونی کسان کے گھر محنت کر کے کمائے تھے۔ اس کی جیکٹ گرد میں اٹی تھی۔

عنبر نے گاؤں کے باہر ایک ندی میں غسل کیا پھر گاؤں میں آ گیا یہ لوگ دکانوں کے باہر لکڑی کے برآمدوں میں پرانی طرز کی کرسیوں پر بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے۔ بوڑھے لوگ پائپ پی رہے تھے۔ عنبر حجام کی دکان میں جا کر بال ترشوائے۔ حالانکہ اس کے بال نہیں بڑھتے تھے۔ مگر وہ اُن سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کاوچ گاڑی کب اور کس روز وہاں سے ٹیکساس شہر کی طرف روانہ ہوتی ہے۔

حجام نے بتایا کہ کاوچ گاڑی مونٹنا شہر سے ہفتے کی شام کو آتی ہے اور یہاں سے دو ایک سواریاں لے کر ٹیکساس شہر کی طرف روانہ ہو جاتی ہے۔ اس روز بدھ کا دن تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ابھی کاوچ گاڑی کے آنے میں تین دن باقی تھے۔ عنبر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے گاؤں کے ایک چھوٹے سے ہوٹل میں کمرہ دو ڈالر روز کرائے پر لے لیا اور پلنگ پر آکر لیٹ گیا۔ وہ ماریا اور ناگ کے بارے میں سوچنے لگا۔ ناگ کی تو اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ ہاں خیال ضرور تھا کہ وہ ہمالیہ کے مندر سے ضرور چل پڑا ہوگا۔ ماریا کے بارے میں اسے یقین تھا کہ ابی الماس کی روح نے اسے بتا دیا ہوگا کہ عنبر نئی دنیا کو گیا ہے اور ہو سکتا ہے ماریا اس کی تلاش میں امریکہ پہنچ جائے۔ مگر وہ اُسے کہاں اور کس جگہ ملے گی؟

اس سے تو یہی بہتر تھا کہ ابی الماس کی روح اُسے کچھ نہ بتاتی اور عنبر یہاں اپنا کام ختم کر کے واپس ماریا کو سپین جاکر ہی مل لیتا۔ لیکن اُسے یقین تھا کہ ماریا سپین سے روانہ ہو چکی ہوگی۔ شام کو عنبر گاؤں میں نکل آیا۔ بجلی ابھی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ گاؤں میں مٹی کے تیل کی لالٹینیں جل رہی تھیں۔ ہوٹل میں بھی لالٹینوں کی روشنی تھی اور لوگ شور مچا رہے تھے اور گا رہے تھے۔ عنبر بھی وقت گذارنے کے لئے ہوٹل میں آگیا۔

ایک چھوٹی گول میز پر آمنے سامنے دو ہٹے کٹے امریکی میز پر کہنیاں رکھے ایک دوسرے کی کلائی تھام کر انہیں نیچے گرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایک امریکی کی کلائی میز سے لگ گئی۔ لوگوں نے جیتنے

والے کے لئے خوب زور زور سے تالیاں بجائیں۔ جیتنے والے امریکی کا منہ لال سُرخ تھا اور گردن بھینسے کی طرح تھی۔ وہ گاؤں کا غنڈہ مانا جاتا تھا اور کوئی اس کے آگے دم نہیں مار سکتا تھا۔ اس نے گاؤں میں کئی آدمیوں کا خون کیا تھا۔ گاؤں کے شریف لوگ اس سے ڈرتے تھے اس امریکی غنڈے نے اعلان کیا کہ اگر کوئی اس کی کلائی مروڑ کر میز سے لگا دے تو وہ اُسے سو ڈالر دے گا۔ نہیں تو ہارنے والے سے سو ڈالر وصول کرے گا۔

عنبر یونہی دل لگی کی خاطر سامنے آگیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ اس گاؤں کا بڑا خونخوار غنڈہ ہے۔ اس نے کہا کہ وہ مقابلہ کرے گا۔ امریکی غنڈے نے دبلے پتلے سانولے رنگ کے عنبر کو دیکھا اور حقارت سے بولا۔

"تمہارے پاس سو ڈالر ہیں؟"

"اگر ہار گیا تو دے دوں گا۔"

لوگ بھی عنبر کا دُبلا پتلا جسم دیکھ کر قہقہے لگاتے اور اُسے مذاق کرنے لگے۔ بھلا کہاں وہ بھینسے ایسا ہٹا کٹا غنڈہ اور کہاں یہ دُبلا پتلا سانولا سا نوجوان!

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خونی مگرمچھ

امریکی قاتل غنڈے نے ڈکراتے ہوئے عنبر کو کندھے سے پکڑ کر زور سے ہلایا۔ عنبر نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا تھا۔ وہ پیچھے گر پڑا۔ لوگ قہقہے لگانے لگے۔ عنبر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اسے بڑا غصہ آ گیا۔ پہلے تو وہ صرف مذاق اور دل لگی کے واسطے کھیل میں حصہ لینے آیا تھا مگر اب اس نے امریکی غنڈے کو اس کی بدتمیزی کی سزا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ عنبر نے کہا۔

"میں تم سے مقابلہ کروں گا۔ اگر ہار گیا تو تمہیں سو ڈالر ادا کروں گا۔ اگر میرے پاس رقم نہ ہوئی تو میں دس روز تمہاری نوکری کروں گا۔"

امریکی غنڈے نے بڑی حقارت سے عنبر کے سر پر ہاتھ مار کر کہا۔

"چلو برخوردار! میں تمہارا دل خوش کیے دیتا ہوں میں تم سے سو ڈالر نہیں لوں گا۔ ہار تو تمہیں جانا ہی ہے۔ ذرا کھیل تماشہ ہی سہی۔"

امریکی غنڈے نے اپنا بازو آگے بڑھا کر کہنی میز پر ٹکا دی۔ سارے لوگ ارد گرد کھڑے ہو گئے۔ عنبر نے جب اپنی کہنی میز پر رکھ کر غنڈے کا پنجہ اپنے پنجے میں لیا تو لوگ بولے۔

"اس ہرن کے بچے کو تو ہمارا گینڈا یوں گرا دے گا۔"

لیکن پہلی بار غنڈے نے جب عنبر کا دبلا پتلا سا پنجہ اپنے پنجے میں لیا تو محسوس کیا کہ اس نے کسی لوہے کے پنجے کو پکڑ لیا ہے اسے کچھ تعجب ضرور ہوا۔ مگر پھر وہ اپنی طاقت کے گھمنڈ میں آ کر بولا۔ "لو اب میں تمہیں گرانے لگا ہوں۔ لیکن نہیں پہلے تم زور لگاؤ۔"

عنبر نے غنڈے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"پہلے تم زور لگاؤ۔ تاکہ بعد میں تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔"

غنڈے کو سخت طیش آیا۔ وہ غرایا۔ ڈکرایا۔ بوٹ کی نوک میز سے ماری اور بولا۔ "اچھا الو کے پٹھے! میرے وار کو سنبھالو۔"

لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ بھلا یہ بھی کوئی مقابلہ ہے ہم تو خواہ مخواہ یہاں کھڑے ہیں۔ یہ گینڈا تو اس دبلے پتلے نوجوان کے بازو کو ایک سیکنڈ میں میز کے ساتھ چت کر دے گا۔ آؤ چلیں دوسری میز پر۔ مگر جب امریکی غنڈے نے عنبر کے پنجے میں پنجہ ڈال کر زور لگانا شروع کیا تو عنبر کی کہنی بڑے سکون کے ساتھ میز پر اپنی جگہ کھڑی رہی۔ وہ ذرا سی بھی ایک طرف نہیں جھک رہی تھی اور غنڈہ پوری طاقت سے زور لگا رہا تھا۔ اب تو لوگوں کی حیرانی میں اضافہ ہونے لگا۔ وہ اور آگے کو بڑھ آئے کہ یہ کیا بات ہے۔ اتنا طاقتور آدمی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ذرا سے لڑکے کی کہنی میز پر نہیں جھکا سکتا۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔ "پورا زور لگا لو۔ پھر نہ کہنا کہ مجھے پورا موقع نہیں دیا گیا۔"

امریکی غنڈے نے قہر آلود نگاہوں سے عنبر کو دیکھا کہ ایک بار تو اتنی طاقت خرچ کر کے زور لگایا کہ اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔ منہ لال ہو کر کپّا بن گیا اور بازو کانپنے لگا لیکن عنبر کی کہنی میز پر جہاں ٹکی ہوئی تھی وہیں پر ٹکی رہی۔

جب امریکی غنڈہ زور لگا لگا کر تھک گیا اور عنبر کی کہنی کو ذرا سا بھی پیچھے نہ کر سکا۔ تو اس کا دم پھول گیا۔

عنبر نے کہا۔ "لو اب میں زور لگانے لگا ہوں"

اور لوگوں نے یہ منظر پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا کہ عنبر نے معمولی سا زور لگا کر تھوڑا سا جھٹکا دیا تو اس ہٹے کٹے امریکی غنڈے کی کہنی میز پر جا لگی۔ لوگوں نے خوش ہو کر زور زور سے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ گاؤں کے سارے لوگ دل میں اس غنڈے کے خلاف تھے مگر خوف کے مارے زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالتے تھے کیونکہ وہ غنڈہ ذرا سی بات پر پستول چلا کر اپنے سامنے آنے والے کو موت کی نیند سلا دیتا تھا۔ اب انہیں موقع ملا تو انہوں نے دل کھول کر عنبر کو داد دی۔ عنبر نے کہا۔

"لائیے میرا سو ڈالر کا انعام"

غنڈے نے پستول نکال لیا۔ سب لوگ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔

میزیں خالی ہو گئیں۔ کچھ لوگ بھاگ کر ہوٹل سے باہر نکل گئے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اب وہاں خون خرابہ ہو گا۔ عنبر کے ساتھ کئی دوسرے لوگ بھی مارے جائیں گے۔ میزیں خالی ہو گئیں۔ درمیان میں صرف عنبر اور امریکی غنڈہ کھڑے رہ گئے۔

عنبر نے کہا۔

"میں نہتا ہوں۔ لیکن اجازت دو کہ میں کاؤنٹر پر پڑا ہوا چاقو اٹھا لوں۔ تم پہلے پستول چلانا۔ میں اس کے بعد چاقو سے وار کروں گا۔ میں اس دفعہ بھی تمہارے دل میں کوئی حسرت نہیں رکھنا چاہتا۔"

غنڈہ عنبر کے اس فیصلے سے بڑا خوش ہوا۔ اس طرح سے وہ لوگوں کو بعد میں یہ کہہ سکتا تھا کہ عنبر نے خود اسے چیلنج کیا تھا۔ اگر میں نہ اسے مارتا تو وہ چاقو مار کر مجھے ہلاک کر دیتا۔

اس نے عنبر سے کہا۔

"ہاں۔ تم چاقو لے سکتے ہو"

قریب ہی کاؤنٹر پر سیب چھیلنے والا چھوٹا سا چاقو پڑا تھا۔ عنبر نے وہ اٹھا لیا۔ باقی لوگ بھی ہوٹل سے باہر بھاگ گئے اور شیشے کے ساتھ منہ لگا کر اندر کا خونی کھیل دیکھنے لگے۔

عنبر نے کہا۔ "پہلے تم حملہ کرو۔ مجھ پر گولی چلاؤ"

امریکی غنڈے کو پہلے ہی عنبر پر سخت غصہ تھا اور وہ اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے بے تاب ہو رہا تھا۔ اندر ہی اندر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کا خون کھول رہا تھا۔ اس نے عنبر کے منہ سے حملہ کرنے کی بات کو سنتے ہی اوپر تلے پستول کے دو فائر کر دیئے۔ پستول میں سے بارود کا غبار بلند ہوا۔ دو گولیاں شعلے برساتی اس میں سے نکلیں اور سیدھی عنبر کے دل اور پیٹ پر آ کر لگیں۔ امریکی غنڈے کو یقین تھا کہ عنبر کے جسم سے خون کا فوارہ نکلے گا اور وہ ہوٹل کے فرش پر ڈھیر ہو جائے گا۔ دوسرے لوگوں کو بھی یقین تھا۔ گولیوں کی آواز پر ہی لوگوں نے منہ دوسری طرف کر لئے تھے۔ وہ ایک دبلے پتلے سے نوجوان کی موت دیکھ نہیں سکتے تھے۔

لیکن جب انہوں نے عنبر کی آواز سنی تو چونک کر اُسے دیکھا۔ وہ اسی طرح گولیاں کھانے کے بعد بھی کھڑا تھا اور امریکی غنڈے سے کہہ رہا تھا۔ "تم نے دونوں گولیاں چلا لیں۔ اب میں وار کرنے لگا ہوں۔"

امریکی غنڈے نے سمجھا کہ اس لڑکے نے اپنی جیکٹ کے اندر لوہے کی واسکٹ پہن رکھی ہے۔ اس نے جھٹ دوسرا پستول نکال کر عنبر کے سر کا نشانہ لیا اور دو گولیاں اور فائر کر دیں۔ دونوں گولیاں سب لوگوں کے سامنے عنبر کی کھوپڑی پر لگیں اور پھر اُچھل کر ہوٹل کی چھت سے ٹکرائیں اور کاؤنٹر کی شیشے کی بوتلوں پر آن گریں۔ یہ ایک ایسی کرامت تھی کہ جسے اس گاؤں کے امریکیوں نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی

نہیں دیکھا تھا۔ امریکی غنڈہ بھی ششدر کھڑا تھا اور عنبر کو حیرت سے تک رہا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"ٹھیک ہے، تم نے اپنے دل کی حسرت پوری کر لی ہے۔ اب میں چاقو سے نہیں گھونسوں سے وار کروں گا۔"

یہ کہہ کر عنبر نے چاقو پرے پھینک دیا اور اُچھل کر غنڈے پ
گرا اور ایک مُکا اس کی گردن پر ایسا مارا کہ وہ ہاتھی ایس
غنڈہ فرش پر دو قلابازیاں کھا کر چت ہو گیا۔ اس کی گردن دو جگہوں سے چُور چُور ہو چکی تھی۔ زبان ہونٹوں سے باہر نکل آئی اور جبڑا ٹوٹ کر لٹکنے لگا تھا۔ غنڈہ مر چکا تھا۔ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس دبلے پتلے نوجوان کے اندر اتنی طاقت کہاں سے آ گئی ہے؟

عنبر نے کسی سے کچھ نہ کہا اور سیدھا اپنے ہوٹل کی طرف چل پڑا۔

دوسرے روز گاؤں کے لوگوں کو امریکی مردہ غنڈے کے دوستوں نے بھڑکا دیا۔ وہ ہجوم بن کر نعرے لگاتے عنبر کے ہوٹل میں آن گھسے اور اسے پکڑ کر کھینچتے ہوئے باہر گاؤں کے چوک میں لے آئے۔ مردہ غنڈے کے دوست شور مچا رہے تھے۔

"اسے پھانسی پر لٹکا دو۔ یہ قاتل ہے۔ اسے پھانسی چڑھا دو۔ یہ جادوگر ہے۔"

وہاں عنبر کی کون سنتا۔ عنبر خاموش تھا۔ لوگوں نے عنبر کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گلے میں رسّی کا پھندا ڈال کر رسّی درخت کے اوپر پھینک کر کھینچنی شروع کر دی۔ عنبر کو ایک چھکڑا گاڑی پر کھڑا کر دیا گیا۔ پھر اس کے نیچے سے چھکڑا گاڑی کھینچ لی۔ عنبر درخت کے ساتھ لٹک گیا۔ لوگوں نے خوشی سے ناچنا گانا شروع کر دیا اُن کا خیال تھا کہ انھوں نے عنبر کو پھانسی پر چڑھا دیا ہے اور اب وہ مر جائے گا۔

عنبر کی گردن میں رسّی کا پھندا تھا اور وہ لٹک رہا تھا مگر وہ سب کو دیکھ رہا تھا۔ اور مسکرا رہا تھا۔ لوگ بڑے حیران تھے کہ یہ ہنس کیوں رہا ہے اور ابھی تک مرا کیوں نہیں۔ پھر انھوں نے نیچے سے پستولوں کی فائرنگ شروع کر دی۔ عنبر نے بڑے آرام سے دونوں ہاتھ اوپر لے جا کر رسّی اپنی گردن سے نکالی اور زمین پر چھلانگ لگا دی۔ لوگ اس پر گولیاں بھی چلا رہے تھے اور پیچھے بھی ہٹتے جا رہے تھے۔ گولیاں عنبر کے کندھوں، چھاتی، منہ اور ماتھے پر آکر لگ رہی تھیں اور نیچے گر رہی تھیں۔

جب لوگوں کے پستولوں کی ساری گولیاں ختم ہو گئیں تو عنبر نے کہا۔

"اب تم لوگ کیا کرو گے ؟ میں تمھیں کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ میں نے آج تک کسی بے گناہ کے خون سے ہاتھ نہیں رنگے۔ میں اس گاؤں سے جانا چاہتا

ہوں۔ برائے مہربانی میرا راستہ چھوڑ دو۔"

اتنے میں ایک عورت درمیان میں آئی۔ اس نے عنبر کا ہاتھ تھام کر چوم لیا اور لوگوں سے کہا۔

"تم لوگوں کو ایک ننھے لڑکے پر گولیاں چلاتے شرم نہیں آتی ؟ اس نے ہمارے گاؤں کے ایک بدنام قاتل کو ختم کیا ہے جو تمھاری بہو بیٹیوں کا دشمن تھا۔ تمھارا دشمن تھا۔ تمھارے بچوں کا قاتل تھا۔"

پھر اس عورت نے اپنی پتلون سے پستول نکال کر تان لیا۔

"خبردار ! اگر اب کسی نے عنبر پر حملہ کیا تو میں اسے ہلاک کر دوں گی۔"

اُس نے عنبر کو ساتھ لیا اور اپنے مکان کی طرف بڑھی۔ لوگ پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ عورت کا مکان دوسری منزل پر تھا۔ عنبر کو اس عورت نے اپنے کمرے میں لے جا کر پلنگ پر لٹا دیا۔ عنبر کو کوئی چوٹ وغیرہ نہیں لگی تھی۔ اس پر وہ عورت حیران بھی تھی پھر بھی اُس نے عنبر کو گرم دودھ پلایا اور کہا کہ تم اب آرام کرو۔ رات تھوڑی باقی رہ گئی ہے۔ عنبر نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اب اس گاؤں سے چلے جانا چاہتا ہے۔

عنبر اپنے کمرے میں بیٹھا ایک کتاب دیکھ رہا تھا کہ گاؤں میں اچانک شور اٹھا۔ میزبان عورت باورچی خانے میں کھانا تیار کر رہی تھی۔ عنبر نے کھڑکی میں آکر باہر دیکھا۔ بازار میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے لوگ اپنے اپنے گھروں کو بھاگ رہے تھے۔ دیکھتے دیکھتے بازار سنسان ہو گیا۔ عورت بھی کھڑکی میں آ گئی۔ عنبر نے پوچھا۔

"یہ لوگ کیوں بھاگ رہے ہیں ؟"

عورت نے نیچے ایک آدمی کو آواز دے کر پوچھا۔ اس نے چلا کر کہا۔ "کھڑکی بند کر کے چھپ جاؤ۔ خونی مگرمچھ آ رہا ہے۔"

خونی مگرمچھ کا نام سنتے ہی عورت نے عنبر کو کھڑکی سے پیچھے کھینچ لیا۔ ٹھیک اس وقت ایک گولی آ کر کھڑکی کو لگی اور چوکھٹ کی لکڑی ٹوٹ کر اڑ گئی۔

عنبر نے پوچھا۔ "یہ خونی مگرمچھ کون ہے ؟"

عورت نے کھڑکی اور دروازے بند کر کے اندر سے کنڈیاں لگا دیں اور ہانپتے ہوئے خوف زدہ آواز میں بولی۔

"خونی مگرمچھ جیل سے بھاگا ہوا قاتل ہے وہ جیل کے سارے سپاہیوں کو ہلاک کر کے فرار ہو گیا تھا۔ اب اپنے گروہ کے ساتھ جس گاؤں میں جاتا ہے اسے لوٹ کر لوگوں کو قتل کر دیتا ہے اور مکانوں کو آگ لگا دیتا ہے۔ ہمیں یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔ نہیں تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ میں ابھی نہیں مرنا چاہتی۔"

عنبر نے بڑے سکون کے ساتھ نیک دل عورت کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"میری بہن ! گھبراؤ نہیں۔ خدا پر بھروسہ رکھو خونی مگرمچھ اگر تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے گا تو میں اس کی آنکھ نکال دوں گا۔" عورت نے کہا۔

"تم اسے نہیں جانتے۔ وہ بڑا خونخوار اور سنگدل ہے قتل کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"

نیک دل عورت نے عنبر کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"جلدی سے نکل چلو۔ میرے مکان کے پیچھے ایک خفیہ راستہ ہے۔"

مگر اب وقت نہیں رہا تھا۔ خونی مگرمچھ کے غنڈے دھڑ دھڑ فائرنگ کرتے گھوڑے دوڑاتے اس کے مکان کے گرد چکر لگا رہے تھے اور چیخیں مار رہے تھے۔ عنبر نے کہا۔

"تم پچھلے کمرے میں چلی جاؤ۔ میں اس خونی مگرمچھ کو سنبھال لوں گا۔ تم اپنا پستول مجھے دے دو۔"

عنبر نے عورت کا پستول گولیوں سے بھر کر جیب میں ڈالا۔ اُسے پچھلے کمرے میں بند کر کے کنڈی چڑھائی اور خود مکان کی سیڑھیاں اتر کر دروازے میں آ کر لکڑی کے برآمدے میں رکھی کرسی پر بڑے سکون کے ساتھ بیٹھ گیا۔ گاؤں کا ایک ہی بڑا بازار تھا۔ یہ بازار بالکل خالی تھا۔ دکاندار دکانیں کھلی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ ہوٹل کا دروازہ بند تھا۔ خونی مگرمچھ کے غنڈے گاؤں کے مکانوں کو لوٹ رہے تھے۔ ابھی انہوں نے کسی مکان کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آگ نہیں لگائی تھی۔ چھ سات آدمیوں کو انہوں نے اپنی گولیوں کا نشانہ ضرور بنا دیا تھا۔ اور ان کی لاشیں مکان کی کھڑکیوں سے نیچے پھینک دی تھیں۔

عنبر برآمدے میں اکیلا بیٹھا تھا۔ اس کا ہاتھ جیب میں تھا اور ہاتھ کی مٹھی میں پستول تھا۔ بازار کے دوسرے کنارے سے خونی مگرمچھ کے غنڈوں کی ایک ٹولی گولیاں چلاتی نمودار ہوئی۔ ان غنڈوں کی شکلیں دہشت ناک اور خونی ڈاکوؤں ایسی تھیں وہ ایک ہاتھ سے گولیاں چلاتے دوسرے ہاتھ سے باگیں تھامے گھوڑے دوڑاتے چلے آرہے تھے۔ گھوڑے گرد اڑا رہے تھے۔

انہوں نے جو قتل و غارت گری کے اس دہشت ناک ماحول میں ایک سانولے سے دُبلے پتلے نوجوان کو برآمدے کی کرسی پر بڑے مزے سے بیٹھے دیکھا تو وہ گھوڑوں کو روک کر برآمدے کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ ایک غنڈے نے جبڑا چوڑا کرتے ہوئے جنگلیوں ایسی آواز میں پوچھا۔ "کون ہو تم سُور کے بچے؟" عنبر کا خون کھول اٹھا۔ اس کی غیرت یہ گوارا نہ کر سکی کہ اس کے باپ کو کوئی گالی دے۔ اس نے کہا۔ "ابھی بتاتا ہوں۔"

اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب میں پڑے پڑے پستول کی نالی کا رُخ اس نے غنڈے کی طرف کرکے فائر کر دیا۔ عنبر کا نشانہ ایسا تھا کہ وہ اڑتی چڑیا کو گولی مار کر گرا لیتا تھا۔ فائر کا دھماکہ ہوا۔ گولی عنبر کی پتلون کو چیر کر نکلی اور سیدھی

غنڈے کے ماتھے پر جا لگی۔ اس کی کھوپڑی اُڑ گئی اور وہ گھوڑے پر سے الٹ کر پیچھے گرا اور مر گیا۔ اپنے ساتھی کی خون میں لتھڑی لاش کو دیکھ کر اس کے ساتھیوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ انہوں نے عنبر کا نشانہ باندھ کر اوپر تلے گولیوں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ عنبر ان لوگوں پر اپنی طاقت اور کرامت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ جھوٹ موٹ کرسی پر سے الٹ کر برآمدے میں گرا اور پھر وہاں سے رینگتا ہوا بڑے ستون کی اوٹ میں ہو گیا۔ حالانکہ ساری گولیاں اس کے جسم پر لگی تھیں۔ لیکن اس نے یہ ظاہر کیا کہ کوئی گولی اُسے نہیں لگی۔ وہ غنڈوں پر ستون کی اوٹ میں سے نشانہ باندھ کر فائر کرنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے چھ سات غنڈے گر کر ڈھیر ہو گئے۔ باقی اپنے سردار خونی مگرمچھ کو بلانے وہاں سے بھاگ گئے۔

عنبر نے دیکھا۔ تھوڑے فاصلے پر سے ایک اونچا لمبا خونخوار شکل والا غنڈہ دوسرے غنڈوں کے ساتھ گھوڑا دوڑاتا اس کی طرف آرہا تھا۔ عنبر کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہی خونی مگرمچھ ہے۔ وہ بازار کے عین بیچ میں کھڑا ہو گیا۔ مگرمچھ کے اس پاس اس کے چھ سات ساتھی بھی گھوڑوں پر سوار ساتھ ہی چلے آرہے تھے۔ یہ ٹولی عنبر کے ارد گرد گھیرا ڈال کر کھڑی ہو گئی۔ ایک غنڈے نے کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"باس! اس نے ہمارے کئی ہی آدمی مار ڈالے ہیں"

خونی مگرمچھ غرایا۔ اس نے عنبر کو خوف زدہ کرنے کے لئے اس کے اردگرد چھ سات فائر کئے۔ گولیاں عنبر کے دائیں بائیں سڑک سے ٹکرا کر چنگاریاں اڑاتی پتھروں میں گھس گئیں۔ مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ مگرمچھ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ اس پر گولی ضائع کرنے کی بجائے اسے گھونسے مار مار کر ہلاک کر دو۔ ایک موٹا تازہ غنڈہ گھوڑے سے چھلانگ لگا کر اتر آیا۔ اس نے عنبر کے سامنے آتے ہی پوری طاقت سے ایک گھونسہ مارا۔ عنبر جھوٹ موٹ زمین پر گر پڑا اور اپنا جبڑا سہلانے لگا۔ حالانکہ اسے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ غنڈے نے گریبان سے پکڑ کر عنبر کو اٹھایا اور اوپر تلے چھ سات مکے مار دیے۔ عنبر اس طرح کی اداکاری کرنے لگا۔ جیسے اسے بہت تکلیف ہو رہی ہو اور وہ بس بے ہوش ہونے والا ہے۔

سارے غنڈے قہقہے لگا رہے تھے اور اپنے ساتھی کو بار بار کہہ رہے تھے۔

"شاباش گرینگو! شاباش! اس کا بھرکس نکال دو"

عنبر کو جب کافی مار پڑ گئی تو خونی مگرمچھ نے آخری حکم دیا۔

"اس کی گردن توڑ ڈالو اور آگے چلو۔ ابھی ہمیں سارے گاؤں کو آگ لگانی ہے۔ جلدی کرو"

سردار کا حکم پا کر موٹے غنڈے نے عنبر کو ایک بار پھر گریبان

سے کھینچ کر اوپر اٹھایا۔ غنڈے کو پہلے بھی عنبر کا جسم کچھ سخت سخت لگا تھا۔ اگرچہ عنبر نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ رکھا تھا۔ اس نے عنبر کی گردن توڑنے کے لئے اس کی کھوپڑی کو سیدھا کر کے گردن پر ایک بھرپور ہاتھ مارا۔ اس کا خیال تھا کہ عنبر کی گردن ٹوٹ کر لڑھک جائے گی۔ لیکن اب عنبر مقابلے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ عنبر کی گردن سے ٹکرا کر غنڈے کا ہاتھ ٹوٹ گیا اور وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹا۔

عنبر اس پر صرف ایک ہی وار کرنا چاہتا تھا۔ اس نے غنڈے کو گریبان سے پکڑ کر ہوا میں اٹھایا۔ ایک گول چکر دیا اور پھر اٹھا کر زمین پر پوری طاقت سے دے مارا۔ غنڈے نے آواز بھی نہ نکالی اور اس کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں ——— اپنے ساتھیوں کا یہ انجام دیکھ کر خونی مگرمچھ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ غصے سے وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اس نے پستول دونوں ہاتھوں میں تان کر عنبر پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ گولیاں عنبر کے جسم سے ٹکرا ٹکرا کر گر رہی تھیں۔ عنبر نے بلند آواز سے کہا۔

"الو کے پٹھے! تمہاری موت کا وقت آ گیا ہے۔ اب تیار ہو جا"

اور عنبر نے پستول نکال کر فائرنگ کی تو تین اور غنڈے گھوڑوں پر سے اچھل کر نیچے گرے اور ڈھیر ہو گئے۔ عنبر ایک گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ گیا اور خونی مگرمچھ کے سامنے آ کر بولا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"خبردار! تیار ہو جا۔ پھر نہ کہنا تمہیں خبر نہ ہوئی۔"

خونی مگرمچھ نے فائر کیا۔ عنبر کے ماتھے سے گولی ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔ عنبر نے کہا۔

"اب میں فائر کرنے لگا ہوں۔"

یہ منظر دیکھ کر خونی مگرمچھ کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ وہ گھوڑے کو موڑ کر بھاگا۔ مگر عنبر فائر کر چکا تھا۔ گولی اس کے پستول سے نکل کر بھاگتے ہوئے خونی مگرمچھ کی پیٹھ میں پیوست ہو چکی تھی۔ وہ الٹ کر گھوڑے پر سے سڑک پر گرا۔ عنبر نے اس کے سر پر جا تین گولیاں فائر کیں۔ خونی مگرمچھ مر چکا تھا۔

دوسرے غنڈے واپس بھاگ اٹھے۔ عنبر نے خونی مگرمچھ کا پستول لے کر اس میں بھی گولیاں بھریں اور گاؤں کی سڑک پر گھوڑے دوڑاتا غنڈوں پر گولیاں برسانے لگا۔

ایک ایک کر کے سارے غنڈے مارے گئے۔ جو باقی بچے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب عنبر کو اس بیوہ خاتون کی فکر ہوئی جس نے اسے اپنے مکان میں پناہ دی تھی۔

گھنگھرو بجاتا سانپ

"مسٹر عنبر! آج میں نے تمہاری جادوگری کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔"

عنبر نے ہنس کر پوچھا۔

"پھر تمہارا کیا خیال ہے میری جادوگری کے بارے میں؟"

میزبان خاتون نے پورے اعتماد سے کہا۔

"میرا یقین ہے کہ یہ جادوگری نہیں ہے۔"

عنبر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"تو پھر اور کیا ہو سکتا ہے؟"

عورت بولی۔

"یہ مجھے نہیں معلوم۔ لیکن اتنا میں کہہ سکتی ہوں کہ یہ جادوگری نہیں ہے۔"

اتنے میں نیچے سڑک پر گاؤں کے لوگ جمع ہو گئے۔ وہ نعرے لگا رہے تھے۔

"مسٹر عنبر زندہ باد! مسٹر عنبر زندہ باد۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے مسکرا کر خاتون کی طرف دیکھا اور کہا۔

"کل یہ میرے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال رہے تھے تمہارے ملک کے لوگ بھی عجیب ہیں۔"

خاتون بولی۔

"ہم بڑے سادہ دل لوگ ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ ہم بہادر اور احسان کرنے والے آدمی کو کبھی فراموش نہیں کرتے۔ چلو۔ نیچے آؤ۔ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

خاتون عنبر کو ساتھ لے کر نیچے سڑک پر آ گئی۔ لوگوں نے عنبر کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ اس کی وجہ سے ان کے گھر بار لٹنے سے بال بچے ہلاک ہونے سے اور بیویاں اغوا ہونے سے بچ گئی تھیں۔ عنبر کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے۔ شام کو اس کے اعزاز میں گاؤں کے گرجا گھر کے ہال میں ایک شاندار دعوت ہوئی۔ عنبر کی تعریف میں لوگوں نے تقریریں کیں اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ عنبر نے اٹھ کر کہا۔

"میں نے جو کچھ کیا وہ انسانی ہمدردی کے احساس کے ساتھ کیا۔ آپ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اگر خدا نے مجھے ایک طاقت دی ہے تو میرا فرض ہے کہ میں اُسے انسان کی بھلائی کی خاطر استعمال کروں۔ چنانچہ میں

نے ایسا ہی کیا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ کل جو کاؤچ گاڑی آئے اس میں سوار ہو کر میں ٹیکساس کی طرف روانہ ہو جاؤں۔ کیونکہ وہاں مجھے اپنے ایک رشتے دار کا پتہ کرنا ہے۔"

لوگوں نے زبردست تالیاں بجائیں۔ شہر کے میئر نے کہا کہ وہ خود اپنی گاڑی میں عنبر کو ٹیکساس چھوڑ آئے گا۔ عنبر نے یہ تجویز قبول نہ کی۔ کیونکہ وہ عام کاؤچ گاڑی میں بیٹھ کر سفر کا لطف اٹھانا چاہتا تھا۔ یہ دعوت آدھی رات تک جاری رہی۔ بارہ بجے کے بعد عنبر خاتون میزبان کے گھر آ کر سو گیا۔ صبح صبح وہ اٹھ کر ہوٹل کے سامنے برآمدے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ گاؤں کے لوگ پہلے ہی سے وہاں جمع تھے۔ کاؤچ گاڑی آ گئی۔ اس کے آگے چار گھوڑے جُتے تھے۔ پیچھے ایک کشادہ بگھی لگی تھی جس کی چھت پر سامان لدا ہوا تھا۔ اندر بڑی مشکل سے چھ مسافر بیٹھ سکتے تھے۔ تین مسافر وہاں اُتر گئے۔ عنبر کو گاؤں کے لوگوں نے بڑی عقیدت سے سوار کرایا۔ جب تک بگھی کھڑی رہی وہ بھی وہاں موجود رہے۔

جب کاؤچ بگھی چلی تو وہ نعرے لگانے لگے۔

گاڑی گاؤں سے باہر نکل کر کچی بل کھاتی سڑک پر گرد اڑاتی ٹیکساس شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ مسافروں میں دو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عورتیں اور ایک بوڑھا مرد تھا۔

دونوں عورتیں آپس میں بہنیں تھیں اور عنبر کو اس وجہ سے پسند نہ کرتی تھیں کہ وہ کالے رنگ کا نوجوان ہے۔ وہ آپس میں اس کا مذاق بھی اُڑانے لگیں۔ عنبر خاموش رہا۔ وہ ان کے باپ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے والی سیٹ پر جولیانہ بیٹھی تھی اور ساتھ اس کی بہن مریانہ بیٹھی تھی۔

جولیانہ عنبر کی طرف جب بھی دیکھتی ناک بھوں چڑھانے لگتی اور منہ نفرت سے دوسری طرف پھیر لیتی تھی۔ عنبر نے اُسے کچھ نہ کہا وہ تو ماریا اور ناگ کے بارے میں سوچ رہا تھا اور یا پھر ابی الماس کی روح کی آخری اولاد زرگال کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ خدا کرے اپاچی قبیلے والوں نے اب تک اسے زندہ رکھا ہو۔ اگر وہ مارا گیا ہوا تو کروڑوں ڈالر کے خزانے کی چابیاں وہ کیسے دے گا؟ ظاہر ہے وہ اسے سمندر میں پھینک کر ناگ اور ماریا کی تلاش میں نکل جائے گا۔

کاؤچ گاڑی بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ دھوپ میدانوں اور دُور دُور کے پہاڑوں پر خوب نکلی ہوئی تھی۔

دو پستول باز لٹیرے کاؤچ بگھی کو لوٹنے کی خاطر آمنے سامنے پہاڑی میں گھات لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے دُور سے بگھی کو آتے دیکھا تو سیٹی بجا کر ایک دوسرے کو خبردار

کر دیا۔ ان کے گھوڑے پاس ہی کھڑے تھے۔ جونہی کاؤچ بگھی قریب آئی۔ انہوں نے فائر کر کے سب سے پہلے اوپر کی سیٹ پر بیٹھے کوچوان کو ہلاک کر دیا۔ بے چارہ کوچوان لڑھک کر چلتی گاڑی سے نیچے گر پڑا۔ دوسری گولی اس کے ساتھی کو لگی اور وہ بھی وہیں ڈھیر ہو گیا۔

اب وہ گھوڑے دوڑاتے بگھی کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگے کچھ ہی دور جا کر ایک لٹیرے نے بگھی کے اوپر چھلانگ لگا دی اور باگیں تھام کر بگھی کو روک لیا۔ دونوں لٹیرے بگھی کی کھڑکی کے پاس آ کر سخت لہجے میں بولے ”باہر نکل آؤ۔“

دونوں عورتیں ان کا باپ اور عنبر بگھی سے باہر آ گئے۔ سارا علاقہ خاموش اور سنسان تھا۔ دُور دُور تک کسی انسان کا نام و نشان نہ تھا۔ ذرا پیچھے سڑک کے بیچ میں دونوں کوچوانوں کی لاشیں اوندھی پڑی تھیں۔ عنبر نے سوچا کہ یہ تو سارا ملک ہی پستولیں چلانے اور مار دھاڑ سے بھرپور لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ بوڑھے نے گڑگڑا کر کہا۔

”میری بچیوں کو کچھ نہ کہنا۔ مجھے بے شک لے چلو۔“

ایک لٹیرا اپنے زرد دانت نکال کر ہنسا اور اپنے بالوں بھرے گالوں پر الٹا ہاتھ پھیر کر بولا۔

”تم تو پہلے ہی مرنے والے ہو۔ ہم تمہاری دونوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لڑکیوں کو ساتھ لے جائیں گے اور میکسیکو میں جاکر کسی امیر آدمی کے ہاں بیچ دیں گے۔"

دونوں قہقہہ لگا کر ہنسے۔ ایک لیٹرے نے پستول کی نالی سے عنبر کی ٹھوڑی اوپر کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم کون ہو بلیک بوائے؟"

عنبر نے کہا۔

"میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ روزی کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔"

"ہا ہا ہا۔ کیوں نہ تمہاری ممی بنا کر تمہاری لاش صندوق میں بند کر دیں؟"

دوسرا لیٹرا گرجا۔

"اس کو ختم کر دو یار۔ ان دونوں مردوں کو ختم کر دو۔ ہمارے پاس ان کے لئے پانی نہیں ہے۔"

یہ سن کر بوڑھے کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے لیٹرے کے قدموں پر گر کر کہا۔

"مجھے نہ ہلاک کرو۔ میں نہیں مرنا چاہتا۔"

اس کی لڑکیوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ لیکن لیٹرے رحم کھانا نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے اپنے پستول بوڑھے کی طرف کئے اور گولیاں چلانے ہی والے تھے کہ عنبر انکے درمیان آ گیا۔

"اس کی جگہ مجھے گولی مار دو۔"

"ہا ہا۔ گدھے کے بچے تمہیں بعد میں گولی ماریں گے۔"

عنبر سب کچھ سن سکتا تھا لیکن اپنے عظیم باپ کے خلاف ایسی گالی ہرگز ہرگز نہیں سن سکتا تھا۔ لیٹرے کے منہ سے ابھی گالی پوری ادا نہیں ہوئی تھی کہ عنبر زمین سے اچھلا اور دوسرے لمحے لیٹرے پر عقاب کی طرح غضبناک ہو کر جھپٹا۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ عنبر خالی ہاتھ تھا۔ نیچے آتے ہوئے لیٹرے نے اپنے ساتھی سے چلا کر کہا۔

"گولی مت چلانا۔"

اور ساتھ اس نے عنبر کی چھاتی سے پستول کی نالی لگا کر گولی چلا دی۔ اس کو یقین تھا کہ عنبر کی گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی۔ سینے سے خون کا فوارہ نکلے گا اور وہ آخری ہچکی لے کر مر جائے گا۔ لیکن یہ کیا؟ عنبر کی گرفت ابھی اسی طرح مضبوط تھی اور اس کے سینے سے خون بھی نہیں نکلا تھا اور آخری ہچکی بھی نہیں آئی تھی۔ وہ ابھی پریشان ہی تھا کہ عنبر نے اپنا کام کر دیا۔ لیٹرے کو محسوس ہوا کہ کسی نے اس کے دل کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر زور سے بھینچ ڈالا ہے۔ اس کے منہ سے خون باہر نکل آیا۔ اور آنکھوں کے آگے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اندھیرا چھا گیا۔ جو لیٹرا گھوڑے پر بیٹھا دونوں عورتوں پر پستول تانے ہوئے تھا وہ

تو یہ توقع کر رہا تھا کہ ابھی اس کا دوست کپڑے جھاڑتا اٹھے گا۔ مگر اس کی جگہ جب اس نے عنبر کو اٹھتے دیکھا تو اس پر اوپر تلے دو تین فائر کر دیئے۔ ایک گولی عنبر کے کندھے پر، ایک سر میں اور ایک اس کی پسلیوں میں لگی۔

"گولیاں ضائع نہ کرو دوست! میں آرہا ہوں۔"

اس منظر کو دیکھ کر دونوں عورتوں اور ان کے باپ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے عنبر کے سر پر گولی لگتے دیکھی تھی اور عنبر کے سر کے بال ہوا میں اڑے تھے۔ عنبر نے مرے ہوئے لیٹرے کا پستول اٹھا لیا۔ لیٹرے نے دوسرے پستول سے ایک بار پھر عنبر پر فائرنگ کی۔ اس کا اثر بھی کچھ نہ ہوا۔ عنبر نے اپنے پستول کا رُخ لیٹرے کی طرف کیا اور لبلبی دبا دی۔ ایک اور دھماکہ ہوا اور دوسرا لٹیرا گھوڑے کی پیٹھ پر سے اچھل کر اپنے خون آلود سینے کو دونوں ہاتھوں سے تھامے ہوئے نیچے گر پڑا۔ دونوں بہنوں نے لپک کر عنبر کا باری باری ماتھا چوم لیا۔ اب انہیں احساس ہوا تھا کہ جس لڑکے کو وہ کالا کلوٹا سمجھ کر اس سے نفرت کر رہی تھیں اس نے ان تینوں کی جان بچائی ہے۔ بوڑھے نے بھی عنبر کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ اور عنبر سے پوچھا کہ اس کو گولی لگی تھی پھر اس کا اثر کیوں نہیں ہوا ہے؟ عنبر نے یہاں بھی بہانہ بنایا اور کہا کہ اسے

تو گولی لگی ہی نہیں تھی۔ گولی لگتی تو مر نہ جاتا۔

تینوں نے مل کر کوچوانوں کی لاشوں کو زمین کھود کر دفن کیا۔ عنبر خود کوچوان کی سیٹ پر جا بیٹھا اور بگھی ایک بار پھر ٹیکساس شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ سفر میں ہی رات آگئی۔ انہوں نے ایک جگہ پہاڑی کے پاس ڈھلان پر پتھر اور ریت صاف کر کے ترپالیں بچھا دیں اور رات بسر کرنے کے لئے بستر کھول دیئے۔ دونوں بہنوں کے لئے ذرا پرے بستر لگا دیئے گئے۔ تیل کا لیمپ جلا دیا گیا۔ بوڑھے باپ نے آگ روشن کی اور خشک گوشت درست کر کے ڈبل روٹی کے ساتھ سب میں تقسیم کیا۔ جولیانہ اور مریانہ نے بعد میں کافی بنائی۔ جو انہوں نے آگ کے گرد بیٹھ کر پی اور باتیں کرنے لگے۔

وہ تینوں عنبر کی جادوگری سے کچھ خوف زدہ تھے۔ کسی وقت انہیں لگتا کہ عنبر انسان نہیں کوئی جن یا بھٹکی ہوئی روح ہے جس نے انسان کا روپ دھار لیا ہے۔ رات خاموش تھی۔ آسمان پر تارے چمک رہے تھے۔ کھلی جگہ ہونے کی وجہ سے وہاں سردی ہو رہی تھی۔ آگ کے پاس پھر بھی کچھ آرام تھا۔ تھوڑی دیر بعد تینوں باپ بیٹیاں سو گئے۔ عنبر بھی آگ کے پاس گھاس پر لیٹ گیا۔ ایک کمبل اسے بھی دے دیا گیا۔

آدھی رات کے سناٹے میں عنبر کو آہٹ سنائی دی۔ وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جاگ رہا تھا۔ صرف آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ اس نے آنکھیں کھول کر اردگرد دیکھا۔ رات خاموش تھی۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ ٹیلے رات کے اندھیرے میں بھورے بھورے دکھائی دے رہے تھے۔ اب اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یہ دو آدمیوں کے قدموں کی چاپ تھی جو خشک پتوں پر بڑی احتیاط سے چل رہے تھے۔ عنبر چوکنا ہو گیا۔

اندھیرے میں اسے دو سائے نظر آئے جو جھک کر ہولے ہولے دونوں سوئی ہوئی بہنوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اصل میں یہ دونوں خونی مگرمچھ کے ساتھی تھے جو اپنے سردار کی موت کا بدلہ لینے ان کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ اور موقع کی تلاش میں تھے۔ وہ عنبر کی جادوگری سے بھی واقف تھے۔ اسی لئے وہ دونوں بہنوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ عنبر جیب سے پستول نکال ہی رہا تھا کہ انہوں نے ایک ایک بہن کو پکڑ کر دبوچ لیا اور پستول انکی گردنوں پر رکھ کر کہا۔

"اگر کسی نے ہم پر پستول کا فائر کیا تو ہم دونوں کو ہلاک کر دیں گے"

دونوں بہنوں کی چیخ نے ان کے باپ کو جگا دیا تھا۔ عنبر تو جاگ ہی رہا تھا۔ اب وہ پریشان ہوا کہ اگر فائر کرتا ہے تو ٹھیک ہے ایک غنڈہ تو ہلاک ہو جائے گا مگر ایک بہن کی جان بھی چلی جائے گی۔ غنڈے نے عنبر سے کہا۔

"اپنا پستول ہماری طرف پھینک دو"

عنبر نے پستول پھینک دیا۔ غنڈوں نے دونوں بہنوں کو پیچھے گھسیٹنا شروع کر دیا۔ پیچھے ان کے گھوڑے کھڑے تھے وہ بڑی ہوشیاری سے عنبر کی طرف منہ کئے اور دونوں بہنوں کی گردنوں پر پستول رکھے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ایک سیکنڈ میں گھوڑے وہاں سے اٹھ بھاگے۔ ان کے جاتے ہی لڑکیوں کے باپ نے سر پکڑ کر رونا شروع کر دیا۔ عنبر سخت الجھن میں پھنس گیا تھا۔ اب وہ کیا کرے ؟ ماریا یا ناگ ہوتا تو ان دونوں کو بھاگ کر یا اڑ کر پکڑ لیتا۔ وہ تو اڑ نہیں سکتا تھا۔ اس کے پاس نہ اڑنے والا تعویذ تھا اور نہ کوئی جادو کا منکا تھا کہ جسے منہ میں رکھ کر پرواز کرنے لگ جاتا۔

باپ کی حالت بھی اس سے نہیں دیکھی جاتی تھی۔ وہ گریہ زاری کر رہا تھا۔ عنبر نے اسے تسلی دی اور کہا کہ وہ اُن کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ کرے گا۔ عنبر نے بگھی میں سے ایک گھوڑا کھولا اور غنڈوں کا پیچھا شروع کر دیا۔ مگر رات کے اندھیرے میں وہ خدا جانے کہاں غائب ہو گئے تھے۔ عنبر جنگل کے راستوں سے واقف بھی نہیں تھا۔ کچھ دور میدان اور ٹیلوں میں بھٹکنے کے بعد واپس آ گیا۔

واپس آیا تو لڑکیوں کا باپ اسی طرح سر جھکائے پریشان بیٹھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اپنی قسمت کو کوس رہا تھا۔ اس نے عنبر کو بھی طعنہ دیا کہ نہ تم خونی مگرمچھ کو ہلاک کرتے اور نہ اس کے ساتھی میری بچیوں کو اغوا کرتے۔ عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ عجیب ذہنی کشمکش میں تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر اندھیرے میں ہی ٹہلنے لگا۔ اچانک اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے گھنگھرو بج رہے ہوں۔ اس آواز پر لڑکیوں کے باپ نے چونک کر سر اٹھایا اور ادھر ادھر دیکھ کر عنبر سے کہا۔

"آگ کے پاس آ جاؤ۔ یہ آواز امریکہ کے سب سے زہریلے سانپ رٹیل سنیک کی ہے۔"

سانپ کا لفظ سن کر جانے کیوں عنبر کے دل میں پریشانی ہونے کی بجائے ایک امید کی کرن چمکی۔ اس نے سوچا کہ اس سانپ سے بات کرنی چاہئے۔ پھر خیال آیا کہ وہ تو سانپ کی زبان ہی نہیں جانتا۔ وہ کس طریقے سے بات کر کے اسے بتائے کہ عظیم ناگ اس کا بھائی ہے۔ گھنگھروؤں کی آواز اب قریب آ گئی تھی لڑکیوں کا باپ آگ کے بالکل قریب ڈنڈا لئے کھڑا تھا کہ سانپ کو نظر آتے ہی مار دے گا۔ عنبر نے سانپ کو دیکھا کہ جلیبی بنا پھن اٹھائے اپنی دُم زور زور سے ہلا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے گھنگھروؤں کی آواز پیدا ہوتی تھی۔

سانپ جلیبی بنا ایک طرف کو کھسکتا بھی جا رہا تھا۔ وہ پیچھے

سے آ کر بوڑھے پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ پھر اچانک ایسا ہوا کہ سانپ کی دُم ہلتے ہلتے رک گئی۔ گھنگھروؤں کی آواز بند ہو گئی۔ عنبر کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بڑی باریک دھیمی سی انسانی آواز اس کے کانوں میں کہہ رہی ہے۔

"تم عظیم ناگ کے دوست ہو؟ تم عظیم ناگ کے دوست ہو؟"

عنبر کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ سانپ اس سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ شاید اسے عنبر کے جسم سے اس کے دوست ناگ کی بو آ گئی تھی۔ سانپوں کی یہ حس بہت زیادہ تیز ہوتی ہے اور وہ میلوں سے اپنے دوست یا دشمن کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ عنبر نے آہستہ سے دل ہی دل میں کہا۔

"ہاں۔ میں ناگ کا بھائی ہوں عنبر۔ عنبر۔ عنبر۔"

اُسے یقین نہیں تھا کہ اس کے دل سے نکلی ہوئی آواز کے سگنل امریکی زہریلے سانپ تک پہنچ سکیں گے۔ لیکن سانپ نے عنبر کی آواز سن لی تھی اور ناگ کی بو کی وجہ سے یہ آواز سگنل میں تبدیل ہو کر سانپ کے ذہن تک چلی گئی تھی۔ سانپ نے کہا۔

"میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔ کیا میں آپ کے کوئی کام آ سکتا ہوں؟"

اب سانپ آہستہ آہستہ چل کر عنبر کے قریب آ کر بڑے ادب

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ے کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ بوڑھا چلّایا۔

"اسے مار ڈالو۔ یہ تمہیں ڈس دے گا۔"

اور بوڑھا خود بھی ڈنڈا لے کر سانپ کی طرف بڑھا۔ سانپ نے بڑے غصّے سے پلٹ کر بوڑھے کی طرف دیکھا اور عنبر سے کہا۔

"اس بوڑھے کو سمجھاؤ کہ اپنی موت کی طرف قدم نہ بڑھائے۔"

عنبر نے فوراً چلّا کر کہا۔

"سانپ سے پیچھے رہو۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔"

بوڑھا بولا۔

"ارے بیٹا یہ بڑا زہریلا سانپ ہے تمہیں ہلاک کر دے گا۔"

عنبر نے غصّے سے کہا۔

"پیچھے ہٹ جاؤ میں کہتا ہوں۔"

بوڑھا عنبر کی غصیلی آواز سے ڈر کر پرے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اور سانپ کی طرف دیکھنے لگا جس نے اپنا پھن اب دوبارا عنبر کی طرف کر دیا تھا۔ عنبر نے بڑی کوشش کر کے اور سنبھل سنبھل کر ایک ایک لفظ دماغ میں جمع کر کے ادا کرتے ہوئے دل ہی دل میں سانپ کی طرف توجہ کر کے کہا۔

"اس بوڑھے کی لڑکیوں کو دو غنڈے اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ ناگ ہوتا تو وہ اڑ کر ان کے پاس جاتا اور لڑکیوں کو بچا لاتا۔ کیا تم ہماری کوئی مدد کر سکتے ہو۔"

ڈیل سنیک نے کہا۔

"عظیم ناگ ہمارے دیوتا ہیں۔ اُن کے نام پر ہماری جان بھی حاضر ہے۔ مجھے یہاں دو اجنبی آدمیوں کی بُو محسوس ہو رہی ہے۔ تم یہیں ٹھہرو میں ان کی خبر لیتا ہوں۔"

بوڑھے نے کہا۔

"عنبر! تم سانپ کی طرف ٹکٹکی باندھے کیا دیکھ رہے ہو؟ اسے مارتے کیوں نہیں؟"

اُسے کیا معلوم تھا کہ وہ تو سانپ سے گفتگو کر رہا تھا اور اس بیوقوف کی بچیوں کو بچانے کے لئے سانپ سے مدد لے رہا تھا۔ سانپ نے پھن اٹھا کر بوڑھے کی طرف دیکھا۔ اور پھنکار ماری بوڑھا ڈر کر درخت کی طرف بھاگ گیا۔ عنبر نے کہا۔

"دوست! کیا تم ان لوگوں تک پہنچ جاؤ گے؟ وہ تو گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور اندھیری رات میں بہت دُور نکل گئے ہوں گے۔"

سانپ نے کہا۔

"ہمارے لئے فاصلہ کوئی چیز نہیں۔ زمین ہمیں راستہ دے دیتی ہے۔ میرا انتظار کرو۔"

یہ کہہ کر سانپ تیزی سے گھاس میں غائب ہو گیا۔ سانپ کے جاتے ہی بوڑھے کی جان میں جان آئی۔ اطمینان کا سانس لے کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کر عنبر کے پاس آیا اور بولا۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس موذی سے نجات ملی. مگر میں تو حیران ہوں تم نے اسے مارا کیوں نہیں ؟"

عنبر نے بڑی سنجیدگی سے بوڑھے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے آگ کے پاس اپنے قریب بٹھایا اور کہا۔

"اگر میں اسے مار دیتا تو تمہاری لڑکیاں کبھی واپس نہیں آسکتی تھیں ؟"

"کیا مطلب ؟" بوڑھے نے حیرانی سے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔

"مطلب یہ کہ یہ سانپ میری سفارش پر تمہاری بچیوں کو غنڈوں سے نجات دلانے گیا ہے "

بوڑھے کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی۔ وہ احمقانہ انداز میں عنبر کا منہ تکنے لگا۔ عنبر نے بات ہی ایسی کی تھی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

مُردے کی پسلی

سانپ اندھیری رات میں روانہ ہو گیا۔

یہ ژیل سانپ اس علاقے کا سب سے طاقت ور بزرگ اور زہریلا سانپ تھا۔ وہ انسان کو ڈس کر اس کے جسم کا سارا فاسفورس چوس جاتا تھا اور انسان کی ہڈیاں دوہری ہو کر ٹوٹ پھوٹ جاتی تھیں اور وہ اس کے زہر سے اسی وقت مر جاتا تھا۔ اس سانپ کی رفتار کبھی کبھی سو میل فی گھنٹہ تک پہنچ جاتی تھی اور یوں محسوس ہوتا کہ وہ اُڑ رہا ہے۔

اس وقت یہ سانپ ایک بڑے اہم مشن پر جا رہا تھا۔ چنانچہ پہاڑی ڈھلان سے اُترتے ہی اس نے غنڈوں کی بُو ایک طرف سے آتی سونگھی اور پھر بجلی ایسی تیزی کے ساتھ اُس طرف کو بھاگا۔ دیکھتے دیکھتے وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔

دونوں غنڈے گھوڑے دوڑاتے راتوں رات بڑی دور نکل گئے تھے۔ وہ میدانی علاقے سے نکل کر چھوٹی پہاڑیوں والے میدان میں آ گئے جہاں خشک بنجر چٹانیں جگہ جگہ کھڑی تھیں یہاں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آتے آتے انہیں صبح ہو گئی۔ ایک جگہ گھوڑے روک کر انہوں نے دونوں بہنوں کو نیچے اتارا۔ ان کے ہاتھ پیچھے باندھے اور پھر پانی پلایا۔ دونوں بہنیں خوف سے سہمی ہوئی تھیں۔ ان کی آنکھوں کے آنسو بھی خشک ہو گئے تھے۔ غنڈوں نے ہوا میں خوشی سے دو دو فائر کئے اور کہا۔

" اب ہم تمہیں ہلاک کریں گے۔ ہم تم دونوں سے اپنے باس کی موت کا انتقام لیں گے "

اور پھر دونوں قہقہے لگا کر ہنسنے اور ہوا میں گولیاں چلا کر ڈانس کرنے لگے۔ سانپ ان سے کافی دور تھا۔ اس نے گولیوں کی آواز سن لی تھی۔ اُسے غنڈوں کی بو بھی آرہی تھی۔ اور وہ اس بو پر گھاٹیاں، کھنڈر، بنجر زمین اور چٹانیں عبور کرتا اُن کی طرف موت بن کر بھاگا چلا آرہا تھا۔ غنڈے اپنی فتح پر بڑے خوش تھے۔ دونوں لڑکیوں کو انہوں نے درمیان میں بٹھا دیا تھا اور ان کے اردگرد ڈانس کرتے ہوئے ہوائی فائر کر رہے تھے۔

سورج چٹانوں کے اوپر نکل آیا تھا۔ دونوں غنڈوں کے گھوڑے ذرا پرے کھڑے تھے۔ سانپ ان کے قریب آن پہنچا۔ اس نے پتھروں کی اوٹ سے اپنا پھن اٹھا کر گھوڑوں اور غنڈوں کو دیکھا۔ سانپ نے یہ بھی دیکھا کہ دونوں غنڈوں کے درمیان دو عورتیں سہمی ہوئی بیٹھی تھیں۔ غنڈوں کے ہاتھوں میں

پستولیں تھیں۔ وہ سانپ کو گولی مار کر ہلاک بھی کر سکتے تھے۔

سانپ بڑی احتیاط سے ایک چٹان کی طرف نکل گیا۔ اُسے چٹانوں میں کچھ سانپوں کی بو آئی۔ زٹیل سانپ نے اپنی زبان میں ایک سیٹی کی آواز نکالی۔ اس آواز کو سنتے ہی اردگرد چٹانوں سے چار سبز اور سرخ دھاریوں والے زٹیل سانپ گھنگھرو بجاتے نکل آئے اور بڑے سانپ کے آگے ادب سے جھک گئے۔ زٹیل سانپ نے انہیں فوراً گھنگھروؤں کی آوازیں بند کرنے کا حکم دیا۔ سانپوں کی دُمیں خاموش اور بے حرکت ہو گئیں۔ زٹیل سانپ نے کہا۔

" سامنے والی چھوٹی چٹان کے پاس دو آدمی اور دو عورتیں ہیں۔ آدمی گولیاں چلا رہے ہیں۔ میرے ساتھ چلو۔ ہمیں ان آدمیوں کو ڈسنا اور ان کے جسموں سے فاسفورس پینا ہے۔ مگر خیال رہے ان کی گولیاں ہمیں کہیں ہلاک نہ کر دیں "

پھر انہوں نے حملے کی ایک سکیم بنائی اور پانچوں سانپ اِدھر اُدھر بکھر کر چٹان کی طرف بڑھنے لگے۔ زٹیل سانپ نے انہیں سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ گھنگھروؤں کی آواز بالکل نہ نکالیں۔

دونوں غنڈے اپنی پستولوں میں نئی گولیاں بھر رہے تھے۔

بے چاری دونوں بہنیں موت کے خوف سے زرد ہو رہی تھیں۔ موت سامنے کھڑی نظر آرہی تھی۔ غنڈے اُن سے دس دس فٹ کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

فاصلے پر آمنے سامنے کھڑے پستولیں کھولے اُن میں گولیاں ڈال رہے تھے اور ہنس ہنس کر باتیں بھی کر رہے تھے۔ اچانک ایک غنڈے کو ایسے لگا جیسے کسی بھڑ نے کاٹ دیا ہو۔ وہ اچھل کر پرے ہٹا۔ بس یہ اس کی زندگی کی آخری حرکت تھی۔ کیونکہ اس کے بعد اس کے جسم کی ساری ہڈیاں دوہری ہو کر مڑیں اور پھر ٹوٹنے لگیں۔ کیونکہ ان کا سارا فاسفورس اس سانپ کے جسم میں چلا گیا تھا جس نے اسے ڈسا تھا۔ وہ چیخ مار کر گر۔

دوسرے غنڈے نے زمین پر سانپ کو دیکھا تو اندھا دھند اس پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ پھر اسے تین اور سانپ دکھائی دیئے جو ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ غنڈہ گھبرا گیا اور یونہی گولیاں چلانے لگا۔ سانپ کبھی ایک پتھر کے پیچھے سے نکل کر پھنکارتے اور کبھی غائب ہو کر دوسری جگہ سے نکل آتے۔ دونوں بہنوں کی گھگھی بندھ گئی تھی۔ سانپوں نے اس کے جسم دہشت سے ٹھنڈے کر دیئے تھے۔ انہیں ہر طرف موت ہی موت دکھائی دے رہی تھی۔ انہیں کیا خبر تھی کہ یہ سانپ اُن کی زندگی بچانے کے لئے آئے ہیں۔ غنڈہ پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر پھدکتا گولیاں چلا رہا تھا۔ جب اس کے پستول کی ساری گولیاں ختم ہو گئیں تو تین طرف سے پانچوں سانپ اس کے ارد گرد پھن اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ غنڈہ پہلے تو گھبرایا پھر اس نے زمین پر سے پتھر اٹھا

کر سانپوں کو مارنے شروع کر دیئے۔ وہ ایک سانپ کو پتھر مارتا تو دوسرا آگے بڑھ آتا۔ سانپ اس کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ پھر بڑے رتیل سانپ نے پیچھے سے چھلانگ لگائی اور غنڈے کے سر کے اوپر جا کر چمٹ گیا۔ غنڈے نے اوپر ہاتھ کر کے اسے جھٹکنا چاہا تو سانپ نے بڑی تیزی سے اس کی انگلی پر ڈس دیا۔ غنڈہ چیخ مار کر ایک طرف کو بھاگا۔ اب باقی چاروں سانپ بھی اچھل کر غنڈے کے جسم سے چمٹ گئے۔ انہوں نے بھی باری باری اُسے ڈس دیا۔ جب پانچوں سانپوں نے اُسے ڈسا اور اس کے جسم سے فاسفورس چوس لیا تو غنڈہ کھڑے کھڑے کانپا، لرزا اور پھر یوں دہرا ہوہرا ہو کر گرا جیسے خالی ڈبیوں کا چھوٹا سا ڈھیر گر پڑتا ہے۔ اس کی ساری ہڈیاں الگ الگ ہو کر آپس میں گڈ مڈ ہو گئی تھیں اور جسم یوں مردہ پڑا تھا۔ جس طرح کہ ایک بش شرٹ کھونٹی پر سے فرش پر گر پڑی ہوتی ہے۔ اس عرصے میں دونوں بہنیں دہشت کے مارے ایک دوسری سے لپٹی کانپتی رہیں۔

دونوں غنڈوں کی موت کے بعد چاروں سانپ بڑے رتیل سانپ کو خدا حافظ کہہ کر واپس چٹانوں کی طرف چلے گئے۔ صرف رتیلا سانپ وہاں بیٹھا رہا۔ اب مصیبت یہ تھی کہ وہ ان بہنوں سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ان سے کہنا چاہتا تھا کہ دونوں گھوڑوں پر بیٹھ کر واپس چلی جائیں۔ عنبر اور ان کا بوڑھا باپ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہاں انتظار کر رہے ہیں۔ لیکن اب ایسا ہوا کہ میدان صاف پا کر دونوں بہنوں کے دل میں جو پہلا خیال آیا وہ یہی تھا کہ گھوڑے خالی پڑے ہیں ان پر بیٹھ کر وہاں سے بھاگ جانا چاہیئے۔ بس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ گھوڑوں پر بیٹھ کر وہاں سے چلی گئیں تو رٹیل سانپ بھی سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے وہاں سے بھاگا۔

بہنوں کے آنے سے پہلے رٹیل سانپ عنبر کے پاس پہنچ گیا۔ گھنگھروؤں کی آواز کے ساتھ وہ عنبر کے پاس جاکر ادب سے سلام کر کے بولا۔

"عظیم ناگ کے بھائی عنبر! میں نے اپنا مشن پورا کر دیا۔ غنڈے اپنے انجام کو پہنچے۔ دونوں بہنیں واپس آ رہی ہیں"۔

سانپ کو دوبارا دیکھ کر بوڑھے نے اسے مارنے کی بالکل کوشش نہ کی۔ بلکہ بڑے غور سے کبھی سانپ اور عنبر کے خاموش چہرے کو دیکھنے لگا۔ عنبر آنکھیں بالکل نہیں جھپک رہا تھا اور ٹکٹکی باندھے سانپ کو تک رہا تھا۔ عنبر نے خاموشی کی زبان میں سانپ کا شکریہ ادا کیا۔ سانپ نے پھنکار مار کر بوڑھے کی طرف پھن گھمایا تو وہ دوڑ کر درخت کے پیچھے ہو گیا۔ عنبر نے کہا۔ اسے کچھ نہ کہنا۔ رٹیل سانپ بولا۔

"میں اس کے دماغ کے خیالات پڑھ رہا ہوں۔ یہ مجھے مارنے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ مگر میں تمہاری خاطر اسے معاف کرتا ہوں"۔

رٹیل سانپ سلام کر کے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی بوڑھے نے بے تابی سے پوچھا کہ ان کی بچیوں کی کیا خبر ہے؟

عنبر نے کہا۔

"تمہیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ تمہاری دونوں بچیاں واپس آ رہی ہیں"۔

اس کے ساتھ ہی انہیں گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں۔ تھوڑی دیر بعد دونوں بہنیں اپنے باپ سے روتے ہوئے گلے مل رہی تھیں۔ وہ پُراسرار سانپوں کا قصّہ سنانے لگیں جنہوں نے وہاں آکر انہیں غنڈوں سے نجات دلائی۔ اس کے باپ نے کہا۔

"وہ سانپ عنبر نے یہاں سے بھیجے تھے"۔

دونوں بہنوں نے یوں تعجب سے عنبر کی طرف دیکھا جیسے اب انہیں پکا یقین ہو گیا ہو کہ عنبر انسان نہیں بلکہ کوئی جن یا بھوت ہے۔ اس کے بعد انہوں نے بستر وغیرہ لپیٹے اور بگھی میں بیٹھ وہاں سے اپنی اگلی منزل ٹیکساس کی طرف روانہ ہو گئے۔

اب ذرا ماریا کی طرف چلتے ہیں۔ ناگ تو عربی سمندری جہاز

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یں سفر کرتا سپین کی طرف چلا آرہا ہے۔ ماریا ہسپانوی خاتون کے پاس تھی اور عنبر کا انتظار میں وہ ساری رات سفید سانپ والی پہاڑی پر بیٹھی رہی۔ جب عنبر نہ آیا تو وہ بڑی پریشان ہوئی اور واپس ہسپانوی خاتون کے گھر آگئی۔ شاہی محل کے قدیم بادشاہ ابی الماس کی روح اس دوران عنبر کو نئی دنیا یعنی براعظم امریکہ پہنچا چکی تھی۔ دوسری رات ماریا دوبارا سفید سانپ والی پہاڑی پر آئی تو اُسے ابی الماس کی روح دکھائی دی۔ ایک سفید سایہ جھاڑیوں اور ستونوں کے پیچھے سے نکل کر ماریا کے سامنے آگیا۔ ماریا نے پوچھا کہ وہ کس کی روح ہے اور وہاں کیا کرنے آئی ہے۔ ابی الماس کی روح نے ماریا کو عنبر کے بارے میں ساری کہانی سنا ڈالی اور کہا کہ وہ ماریا کو صرف یہ اطلاع کرنے وہاں آئی ہے کہ عنبر نئی دنیا پہنچ چکا ہے۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہیں بھی نئی دنیا کے شہر کنٹکی پہنچا سکتی ہوں۔ کیونکہ عنبر کل رات تک اسی شہر میں تھا۔"

ماریا کو پہلے تو ابی الماس کی روح پر بڑا غصہ آیا کہ اس نے محض اپنے شاہی خزانے کو اپنی آخری اولاد تک پہنچانے کے لئے عنبر کو استعمال کیا اور امریکہ پہنچا دیا۔ مگر پھر وہ خاموش ہوگئی کیونکہ بھٹکتی روحوں میں بڑی طاقت ہوا کرتی ہے اور وہ اگر غصے میں آجائیں تو پورے محل کو نیچے سے اٹھا کر الٹا سکتی ہیں۔

اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے اے روح! مجھے بھی امریکہ اس شہر میں پہنچا دو جہاں عنبر نے رات بسر کی تھی۔ میں اسے تلاش کر لوں گی۔"

"آؤ میرے ساتھ۔" روح ماریا کو ایک پرانے کھنڈر میں لے گئی۔ یہاں ایک ایسا پتھر تھا جس میں گول سوراخ نما دروازہ بنا ہوا تھا۔ اس کی دوسری طرف وادی نظر آرہی تھی۔ روح نے اس پتھر کے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اس دروازے میں چھلانگ لگا دو۔"

"پھر کیا ہوگا؟"

"پھر تم نئی دنیا میں پہنچ جاؤ گی۔"

ماریا جانتی تھی کہ روحیں اگر چاہیں تو بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ اس نے پتھر کے گول دروازے میں چھلانگ لگا دی۔ اس کی آنکھیں دروازے سے گذرتے ہوئے اپنے آپ بند ہو گئیں۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ ایک دریا کے اوپر سے یوں گذر رہی تھی جیسے ہوا میں روئی کا گالا یا کسی چڑیا کا پر اڑا جا رہا ہو۔ اس کے نیچے دھوپ میں چمکتا دریا تھا جس کا پاٹ کافی چوڑا تھا۔ کنارے پر اونچے اونچے دیودار کے درختوں والے جنگل تھے۔ ماریا آہستہ آہستہ دریا کے کنارے پر اپنے آپ اتر گئی۔

اس نے دیکھا کہ دریا کا پانی کنارے کے پتھروں سے ٹکرا [illegible] آگے کو جا کر ایک طرف مڑ گیا ہے۔

ماریا کو کنٹکی گاؤں یا قصبے کی تلاش تھی۔ کیونکہ اسی جگہ سے اُسے عنبر کا سراغ مل سکتا تھا۔ روح کے ساتھ یہ مصیبت ہوتی ہے کہ وہ تازہ ترین واقعات سے بے خبر ہوتی ہے۔ اسے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ کل کیا ہوا تھا اور کہاں ہوا تھا۔ مگر اس وقت کیا ہو رہا ہے وہ روح نہیں بیان کر سکتی۔ ورنہ ابی الماس کی روح ماریا کو بتا دیتی کہ عنبر اس وقت کہاں ہے۔ ماریا نے سوچا کہ وہ خود ہی پتہ چلا لے گی۔

دریا کنارے کچھ چلتی، کچھ ہوا میں اڑتی ماریا جنگل میں سے گذر کر دوسری طرف نکل آئی۔ یہاں ایک کچی بل کھاتی سڑک شمال کی طرف چلی گئی تھی۔ ماریا اس سڑک پر چلنے لگی۔ ایک مقام پر اس نے تختہ لگا دیکھا جس پر لکھا تھا۔ "کنٹکی۔ دس کلومیٹر" ماریا ٹھیک سمت کو جا رہی تھی۔ اس کی منزل زیادہ دور نہیں تھی۔ پیچھے سے اسے ایک بگھی آتی دکھائی دی۔ اس کے آگے گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ یہ مسافر کا ڈچ بگھی تھی۔ اوپر سامان لدا ہوا تھا بگھی بڑی تیز آ رہی تھی۔ جب وہ قریب سے گذری تو ماریا بھی چھلانگ لگا کر ہوا میں اچھلی اور بگھی کی چھت پر آ گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ کنٹکی کے قصبے میں تھی جو چھوٹا سا ایک

شہر ہی تھا۔ پرانی طرز کی لکڑی کی عمارتیں تھیں۔ دکانوں میں لوگ چیزیں خرید رہے تھے۔ کاؤ بوائے گھوڑوں پر سوار بازار میں چل رہے تھے اور ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ ماریا چلتی چلتی ایک ہوٹل کے قریب سے گذری تو اُسے اندر کسی عورت کی چیخ سنائی دی۔ وہ ہوٹل کے بند دروازے میں سے لہروں کی طرح گذر کر اندر آ گئی۔

کیا دیکھتی ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا ہوٹل ہے جہاں کاؤ بوائے اور پستول باز غنڈے بیٹھے تاش کھیل رہے ہیں۔ تین غنڈوں نے ایک بوڑھے آدمی کی مشکیں کس رکھی ہیں اور اس کی طرف پستول تان کر اس کو گالیاں دے رہے ہیں۔ چیخ جس عورت نے ماری تھی وہ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی تھی اور شاید اس بوڑھے آدمی کی بیٹی تھی۔ ایک غنڈے نے اس عورت کے منہ پر زور سے چانٹا مارا اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑی اور اس کے ہونٹوں سے خون بہنے لگا۔ کمال کی بات یہ تھی کہ وہاں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بالکل دخل نہیں دے رہے تھے۔ اور اپنے اپنے کھیل میں لگے تھے۔ ہاں کبھی کبھی آنکھ اٹھا کر دیکھ لیتے تھے کہ بوڑھے کو ابھی غنڈوں نے گولی کیوں نہیں ماری۔

ان کی سرگوشیاں ماریا نے سنیں تو اسے معلوم ہوا کہ یہ تینوں قریبی گاؤں کے بڑے زبردست خونی قسم کے پستول باز ہیں اور اس بوڑھے نے کہ جو ہوٹل کا مالک ہے انہیں مفت کھانا دینے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے انکار کر دیا تھا جس کے جُرم میں یہ پستول باز غنڈے اسے گولی مارنے والے تھے۔ ماریا کو بڑا غصّہ آیا کہ یہ لوگ اس قدر ظلم کرتے ہیں اور پھر خاموشی سے بیٹھے ظلم ہوتا دیکھتے رہتے ہیں۔

ماریا نے سب سے پہلے تو بوڑھے کی جان بچانے کا فیصلہ کیا۔ وہ اس غنڈے کے پیچھے آ گئی جس نے بے چارے بوڑھے پر پستول تان رکھا تھا اور اس کی کھوپڑی کا نشانہ باندھ کر کہہ رہا تھا۔

”بڈھے کھوسٹ! مرنے کے لئے تیار ہو جا“

اس کے دوسرے ساتھی نے قہقہہ مار کر کہا۔

”ابے گولی مار کر کام تمام کیوں نہیں کرتا؟“

وہ گولی چلانے ہی والا تھا کہ ماریا نے اس کے پستول والے ہاتھ پر زور سے ہاتھ مارا۔ پستول غنڈے کے ہاتھ سے دُور جا گرا اور ساتھ ہی اس کی کلائی کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔ وہ درد سے دوہرا ہو کر بیٹھ گیا۔

”کیا ہوا؟“ دوسرا غنڈہ پستول لے کر اس کی طرف آیا۔

”کسی نے میرے ہاتھ پر لوہے کا ڈنڈا مارا ہے۔“

دونوں اس کے ساتھی غنڈے سمجھے کہ یہ شرارت ہوٹل میں بیٹھے ہوئے کسی گاہک نے کی ہے۔ انہوں نے فائرنگ شروع کر دی کچھ لوگ زخمی ہو کر کرسیوں پر سے گرے۔ ان کو اپنے اس جرم کی سزا مل رہی تھی کہ وہ اپنے سامنے ایک انسان کو بیگناہ مرتے دیکھ کر بھی خاموش بیٹھے رہے تھے۔ مگر جب ایک غنڈہ

بوڑھے کو گولی مارنے کے لئے اس کی طرف آیا تو ماریا اُچھل کر اس کی گردن کے اوپر تک آئی اور پوری طاقت سے اپنا ٹھُڈ اس کی گردن پر مارا۔ ماریا ایک جن کی طاقت رکھتی تھی۔ اس کے ٹھڈ نے پستول باز غنڈے کی گردن اس کے جسم سے اس طرح الگ کر دی کہ بس تھوڑی سی لٹکتی باقی رہ گئی تھی۔

تیسرے غنڈے نے بوڑھے کی لڑکی کو پکڑ لیا۔ مگر ماریا وہاں پہلے ہی پہنچ گئی تھی۔ اس غنڈے نے لڑکی پر گولی چلا دی۔ گولی خوش قسمت لڑکی کے رُخسار کے بالکل قریب سے ہو کر پیچھے بڑے شیشے کو لگی اور وہ چکنا چُور ہو گیا۔ لڑکی کاؤنٹر کے پیچھے چھُپ گئی۔ غنڈے نے کاؤنٹر کے اوپر چڑھ کر حملہ کرنا چاہا تو ماریا لڑکی کی مدد کو وہاں بھی آ گئی۔ غنڈے کو ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے پیچھے سے اس کی کمر پر کوئی پہاڑ اٹھا کر دے مارا ہو۔ وہ تنکے کی طرح اُڑ کر ٹوٹے ہوئے شیشے کے ساتھ جا کر دھائیں سے لگا اور اس کی کمر کی ہڈی کئی جگہوں سے چکنا چُور ہو گئی۔ وہ مردہ چوہے کی طرح گر پڑا۔

یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور وہاں بیٹھے ہوئے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور غنڈے اپنے آپ کیسے مر کر گر رہے ہیں؟ ماریا نے جب دیکھا کہ تینوں غنڈے موت کی نیند سو گئے ہیں تو وہ خاموشی سے ہوٹل سے باہر نکل آئی۔ جاتے جاتے صرف اس نے اتنا کیا کہ چھت کے ساتھ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لگتے لیمپ کو زور سے ایک جھٹکا دے دیا۔ لیمپ زور زور سے جھولے کی طرح جھولنے لگا۔ لوگ بھوت بھوت کہتے وہاں سے نکل بھاگے۔ ماریا نے دروازے کے آگے کرسی کر دی گویا یہ کرسی خودبخود آگے آگئی تھی۔ لوگ اس سے ٹھوکر کھا کر ایک دوسرے کے اوپر ڈھیر ہوتے چلے گئے۔

سارے قصبے میں شور مچ گیا کہ کنٹکی میں کوئی بھوت آگیا ہے۔ لوگوں نے ڈر کر اپنی دکانوں اور مکانوں کے دروازے بند کر دیئے اور گھروں کے اندر بیٹھ گئے۔ کچھ کھڑکیوں کے اوٹ سے خوف زدہ نظروں سے بازار میں دیکھنے لگے جہاں سوائے کاؤبوائے گھوڑ سواروں کے دوسرا کوئی نہیں تھا۔ کاؤبوائے قہقہے لگا رہے تھے اور ہوائی فائر کر رہے تھے۔ وہ ان لوگوں پر قہقہے لگا رہے تھے جو بھوت بھوت کا شور مچاتے بھاگے جا رہے تھے۔ کچھ دور کاؤبوائے ان کے پیچھے گھوڑا دوڑاتے۔ ہوائی فائر کرتے اور پھر واپس آجاتے۔

ماریا سارا دن قصبے میں گھومتی رہی۔ اُسے کہیں سے بھی عنبر کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں سے کوئی ہفتے بعد ایک مسافر بگھی اگلے شہر کو جاتی ہے اور ابھی بگھی کے آنے میں چار روز باقی تھے۔ دل میں اس نے سوچا کہ وہاں زیادہ دیر رکنے کی بجائے بہتر ہے کہ وہ اکیلی کسی اگلے بڑے شہر کی طرف کوچ کر جائے۔ شاید بڑے شہر میں عنبر کا کچھ کھوج

لگ سکے۔ اس وقت شام ہو گئی تھی اور مکانوں دکانوں کے اندر لیمپ روشن ہو گئے تھے۔ ماریا نے قصبے کو چھوڑ دیا۔ اور اس کچی سڑک پر آگئی جو قصبے سے باہر کو جا رہی تھی۔

شروع میں ماریا لمبی لمبی چھلانگوں کے ساتھ کچھ اڑتی کچھ پیدل چلتی سفر طے کرتی رہی پھر جب وہ قصبے سے کافی دور نکل آئی اور دریا کا کنارہ آگیا تو وہ عام رفتار کے ساتھ چلنے لگی۔ اندھیرا چھا رہا تھا۔ آسمان پر ستارے نکل آئے تھے۔ دریا کا پاٹ پہاڑیوں میں آکر چھوٹا ہو گیا تھا اور پانی تیز رفتاری سے بہہ رہا تھا۔ ماریا کے سامنے دریا اور آس پاس پہاڑیاں تھیں۔ دریا پہاڑیوں میں داخل ہوا تو اس کا کنارہ غائب ہو گیا۔ ماریا نے پہاڑی پر چڑھنا شروع کیا۔ وہ دوسری جانب جا کر پھر دریا کے ساتھ شامل ہونا چاہتی تھی۔ چڑھائی چڑھ کر وہ پہاڑ کے اوپر آگئی۔ اوپر چھوٹا سا میدان تھا جہاں درخت ہی درخت کھڑے تھے۔ آگے پھر ڈھلان آگئی جو دور نیچے دریا تک چلی گئی تھی۔ پہاڑیوں سے نکل کر دریا پھر وادی میں سکون سے بہتا دکھائی دے رہا تھا۔

پہاڑی سے اترتے اترتے ماریا کو گہری رات ہو گئی۔ وہ پہاڑی کے ڈھلان والے اونچے درختوں کے درمیان سے گزر رہی تھی۔ یہاں بڑی خاموشی تھی۔ سوائے ذرا فاصلے پر تیزی سے بہتے دریا کی ہلکی ہلکی سرسراہٹ کے اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ ماریا کو خشک جھاڑیوں کی طرف سے ایسی آواز سنائی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دی جیسے کوئی آدمی شاخیں ہٹاتا آ رہا ہو۔ ماریا رُک گئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ پہلے تو اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر اندھیرے میں لال رنگ کا ایک انسانی سایہ آگے بڑھتا نظر آیا۔ اس نے کندھے پر کسی انسان کو ڈال رکھا تھا۔ دونوں کے جسم ننگے تھے بدن پر لال رنگ کا روغن ملا ہوا تھا۔ اور کمر کے گرد صرف لنگوٹ بندھے تھے۔ لال رنگ کا سایہ ایک درخت کے نیچے آکر رُک گیا۔ اس نے اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے آدمی کو دھم سے زمین پر گرا دیا۔ گرے ہوئے آدمی نے کوئی حرکت نہ کی۔ جیسے گرا تھا ویسے ہی پڑا رہا۔ ماریا کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

گرنے والا انسان مردہ تھا۔

زندہ سرخ آدمی کے سر پر کسی جانور کے پروں کی ٹوپی پڑی تھی اور گلے میں ہڈیوں کی مالا تھی جو ماریا کو ہی اس اندھیرے میں نظر آسکتی تھی۔ ماریا بڑی دلچسپی سے اسے دیکھنے لگی کہ وہ کرتا کیا ہے؟ وہ اس مردے کو وہاں کس لئے لایا ہے؟ سرخ آدمی اصل میں اس علاقے کے جنگل کا بہت بڑا ریڈ انڈین جادوگر تھا اور ایک خاص چلّہ کمانے کے لئے قبرستان سے تازہ دفن کئے گئے مُردے کو اکھاڑ کر وہاں لایا تھا۔

اس نے پہلے تو وہاں تھوڑی سی آگ جلائی۔ پھر اس میں تھیلے میں سے کوئی شے نکال کر ڈالی جس سے وہاں بڑی ناگوار بُو والا دھواں پھیل گیا۔ پھر اس نے مُردے کے گلے میں رسّی ڈال کر

رسّی کو اوپر درخت کی شاخ پر پھینکا۔ اس کے بعد اس نے رسّی کے سرے کو کھینچنا شروع کر دیا۔ وہ خوب زور لگا کر رسّی کھینچ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ مُردے نے اوپر اٹھنا شروع کیا۔ جب وہ درخت کی شاخ اور زمین کے درمیان لٹکنے لگا تو سرخ جادوگر نے رسّی درخت کے تنے کے ساتھ باندھ دی۔

اب وہ آگ کے اردگرد چکر لگانے اور اونچی آواز میں منتر پڑھنے اور آگ میں بار بار کوئی شے پھینکنے لگا۔ اس کی آواز مگرمچھ کی آواز سے ملتی تھی۔ جیسے کوئی ڈکرا رہا ہو۔ پھنکار رہا ہو۔ اس چلّے کے لئے یہ سرخ جادوگر ایک ماہ تک صرف سانپ کھاتا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی آواز میں پھنکار آ گئی تھی۔ وہ بار بار سانپ کی طرح دھوئیں میں پھنکاریں مار رہا تھا۔ جب وہ منتر پڑھتے پڑھتے اور پھنکاریں مارتے مارتے تھک گیا اور اس کا سرخ جسم پسینے سے تر بتر ہو گیا تو اس نے آگ بجھا دی۔ لٹکتے ہوئے مُردے کے نیچے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اپنی کمر کے گرد بندھی ہوئی تھیلی میں ہاتھ ڈال کر ایک سیاہ رنگ کا چھوٹا سا سانپ نکال کر اس پر منتر پڑھ کر پھونکا اور مُردے کے پاؤں کیساتھ سانپ کا منہ لگا دیا۔ سانپ نے تین بار مُردے کو ڈسا۔ سرخ جادوگر نے سانپ کو تھیلی میں دوبارا بند کیا اور مُردے کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔

مُردہ درخت کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔ وہ ساکت تھا۔ رسّی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس کی گردن میں پڑی تھی جس کی وجہ سے اس کا سر ایک طرف کو ڈھلکا ہوا تھا۔ اس کا جسم بالکل پتھر تھا اور اس میں ذرا سی بھی حرکت نہیں تھی۔ لیکن جب سانپ نے اُسے تین بار ڈسا تو اچانک مردے کے جسم نے حرکت کی۔ اس نے اپنے دونوں بازو اوپر اٹھا کر اپنی گردن پر ہاتھ رکھے اور اس کے گلے سے غرغراہٹ سی نکلی جو کہہ رہی تھی۔

"میں تمہارے قبضے میں ہوں۔ بول تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟"

سرخ جادوگر کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔ اس نے اپنے زرد دانت نکال کر کہا۔

"اے مرے ہوئے انسان کی روح! میں خوش ہوں کہ تو اس مردہ جسم میں دوبارا آگئی۔ میں نے تیرا چلّہ پورا کر دیا۔ اب مجھ کو اتنی طاقت دے کہ میں جب چاہوں غائب ہو سکوں۔ جب چاہوں ظاہر ہو سکوں۔ صرف اسی طاقت کے بعد ہی میں اپنے قبیلے کے بوڑھے جادوگر سردار کو قتل کر کے قبیلے کا سردار بن سکتا ہوں۔"

مُردے نے غرغراہٹ والی دہشت بھری آواز میں کہا۔

"اب اس کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"وہ کیوں؟" سرخ جادوگر نے تعجب سے پوچھا۔

مُردہ بولا۔

"اس لئے کہ تمہارے علاقے میں پہلے ہی سے ایک ایسی عورت آچکی ہے جو غائب رہتی ہے اور کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔"

اس انکشاف پر سرخ جادوگر دنگ رہ گیا۔ بولا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا اس عورت نے تمہارا چلّہ کیا تھا؟"

مُردہ بولا۔

"نہیں۔ وہ عورت میرے چلّے کی محتاج نہیں ہے اُسے آج سے پانچ ہزار سال پہلے مصر کے ایک بہت بڑے بزرگ نے غائب کر دیا تھا۔ وہ تب سے لے کر آج تک اپنے دو ساتھیوں ناگ اور عنبر کے ساتھ زندہ چلی آ رہی ہے۔"

سُرخ جادوگر کو مُردے کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے مُردے غصّے کے ساتھ پوچھا۔

"کہاں ہے وہ غیبی عورت؟ میں اپنے جادو سے اسے ہلاک کر ڈالوں گا۔"

مُردے نے کہا۔

"تم اکیلے ایسا نہیں کر سکتے۔ اُسے کوئی نہیں مار سکتا۔ ہاں اگر میں چاہوں تو تم اسے اپنی قید میں لا سکتے ہو؟"

"وہ عورت اس وقت کہاں ہے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا مُردے کی گفتگو سے پریشان ہو رہی تھی کہ اس کم بخت نے کیسے اسے دیکھ لیا اور اب اس سُرخ جادوگر کو بھی سب کچھ بتا رہا تھا۔ پہلے تو وہ وہاں سے بھاگنے لگی۔ پھر اس خیال سے رُک گئی کہ کم از کم یہ تو معلوم کر لے کہ یہ خبیث مُردے کی روح مکار سرخ جادوگر کو کیا ترکیب بتانے والی ہے۔ مردے نے سرخ جادوگر کے سوال پر کہا۔

"وہ عورت اس وقت ٹھیک تمہارے پیچھے دس قدم کے فاصلے پر کھڑی ہے۔"

سرخ جادوگر اس پر چونک کر اچھلا اور جونہی اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا اُسے تو کچھ دکھائی نہ دیا لیکن ماریا نے وہاں سے بھاگنا شروع کر دیا۔ سرخ جادوگر نے مُردے سے کہا۔

"مجھے تو نظر نہیں آ رہی۔"

"تمہیں نظر آ بھی نہیں سکتی۔ اب وہ بھاگ رہی ہے اسے پکڑو۔ نہیں تو تم اپنے قبیلے کے سردار نہیں بن سکو گے تمہاری بادشاہی اور طاقت کے لئے اس عورت کا پکڑنا بہت ضروری ہے۔"

"میں اُسے کیسے پکڑوں۔ یہ تو بتاؤ۔"

مُردے نے کہا۔

"میرے سینے میں چاقو مار کر ایک پسلی نکالو اور پھر اُسے ہوا میں اچھال دو۔ میری پسلی اس غیبی عورت کے گرد ایک ان دیکھی جادو کی دیوار کھڑی کر دے گی۔ جس میں سے

یہ میری اجازت کے بغیر نہیں نکل سکے گی۔ جلدی کرو عورت بھاگی جا رہی ہے۔"

سرخ جادوگر نے چاقو نکال کر مردے کے سینے میں گھونپا اور اس کی ایک پسلی کھینچ کر باہر نکال لی۔ پھر اُسے زور سے ہوا میں اُچھال دیا۔ پسلی ایک گونج کے ساتھ ہوا میں اڑتی ہوئی غائب ہو گئی۔ ماریا بھاگتی بھاگتی کافی دور نکل چکی تھی کہ پسلی ہوا میں نمودار ہوئی اور اس نے ماریا کے گرد ایک گول دائرہ بنایا اور واپس ہوا میں غائب ہو گئی۔ ماریا کچھ نہ سمجھ سکی کہ یہ کیا چیز تھی اور کیا کر گئی ہے لیکن جونہی وہ بھاگتی بھاگتی ایک چھوٹے پل پر پہنچی تو وہ کسی ان دیکھی شیشے کی دیوار سے ٹکرا کر گر پڑی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے چاروں طرف شیشے کی دیوار تھی جس میں سے وہ شعاع بن کر بھی نہیں نکل سکتی تھی۔ ماریا اس جادو کی ان دیکھی دیوار میں قید ہو چکی تھی۔

اس کے بعد کیا ہوا؟

ماریا اس دیوار سے کیسے نکلی؟

مُردے نے ماریا کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

عنبر اباچی قبیلے میں زرگاں کی تلاش میں کیوں کر پہنچا؟

ناگ کے ساتھ سپین کی طرف آتے بحری جہاز پر کیا گزری؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو اسی ناگ عنبر ماریا سیریز کی قسط نمبر ۱۶ جس کا نام "انسانی بلی" ہے میں ملیں گے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

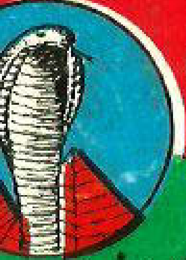

موت کے تعاقب کی واپسی

آپ کے جانے پہچانے سلسلے

عنبر، ناگ، ماریا

پُراسرار اور سنسنی خیز

کے ۱۰۰ رسالہ سفر کے

۱ لاش سے ملاقات
۲ جہاز ڈوب گیا
۳ مندر کی چڑیل
۴ پُراسرار غار کی مُورتی
۵ ناگ لندن میں
۶ تابوت میں سانپ
۷ مُوت کا دریا
۸ سانپ کا انتقام
۹ سانپ کی آواز
۱۰ ناگ کا قتل
۱۱ شاہ بلوط کا خزانہ
۱۲ پتھر کا ہاتھ
۱۳ طوفانی سمندر کا
۱۴ ڈائنا سورس کا
۱۵ سیاہ پوش سایہ
۱۶ انسانی بلی
۱۷ سانپوں کا جنگل
۱۸ ماریا اور بن مانس

مصنف: اے حمید

اپنے قریبی بک سٹال / ہاکر سے طلب کیجیے

یا براہ راست ہم سے منگوائیے!

نیا مکتبہ اِقرأ - ۱۴ - بی شاہ عالم مارکیٹ، لا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

۳۰۰ معجزات

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید

قیمت ۔۔ ۱۲/۰۰ روپے

اولیاء اللہ کی

مقبول دعائیں

حافظ مسعود احمد

قیمت ۔۔ ۸/۰۰ روپے

کراماتِ اولیاء اللہ

حافظ مسعود احمد

قیمت ۔۔ ۱۵/۰۰ روپے

گنج خوبی

میر امن دہلوی

قیمت ۔۔ ۲۵/۰۰ روپے

پامسٹری پر کیرو کی اصل کتاب

کیرو پامسٹری گائیڈ

صفحات ۲۰۰

قیمت ۔۔ ۱۶/۵۰ روپے

سفرنامہ مارکوپولو

میاں محمد افضل

قیمت ۔۔ ۲۵/۰۰ روپے

نعتوں کے مجموعے

کالی کملی والے تجھ پہ لاکھوں سلام

قیمت ۔ ۱۰/۵۰ روپے

شانِ رسالتمآب اللہ اللہ

قیمت ۔ ۱۰/۵۰ روپے

شانِ مظہر جلیل

قیمت ۔ ۱۰/۵۰ روپے

دل ۔۔ پسند شعراء کی نظمیں

نغمۂ دل

مرتبہ: جلال احمد

صفحات ۱۲۸

قیمت ۔ ۱۰/۵۰ روپے

دوپٹے جو پرچم بنے

آغا اشرف

قیمت ۔ ۲۰/۰۰ روپے

عجیب سے عجیب تر

صابر لودھی

قیمت ۔ ۱۵/۰۰ روپے

عجیب و غریب معلومات

مشتاق شباب

قیمت ۔ ۱۸/۰۰ روپے

چند دنوں میں

عربی سیکھیے

علامہ سعید احمد جمالی

قیمت ۔ ۸/۰۰ روپے

قوس پبلی کیشنز، ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۸